www.urducouncil.nic.in

جون 2021 ، قیمت :- ₹10

ماہنامہ

# بچوں کی دنیا

نئی دہلی

Monthly BACHON KI DUNIYA, New Delhi

# قومی اردو کونسل کی فخریہ پیش کش

ماہنامہ اردو دنیا دہلی
Monthly URDU DUNIYA, New Delhi

**تمام تر رنگین صفحات اور دیدہ زیب تصاویر سے مزین ماہانہ عالمی جریدہ جسے آپ پوری دنیا میں اردو زبان کے کسی بھی ماہنامے سے بہتر پائیں گے۔ اردو کو آج کی دنیا سے جوڑنے والا اور عام اردو قاری و ادبی حلقوں کی دلچسپی کے ساتھ طلبا و اساتذہ کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھنے والا اردو کا ماہنامہ**

ہر شمارے میں پڑھیے ، اردو کے ادبی شاہکاروں کے علاوہ، علمی مضامین، ادبی انٹرویو، تاریخ، سائنس، صحافت، نئی کتابوں پر تبصرے، قومی اردو کونسل کی سرگرمیوں، سمیناروں اور فروغ اردو سے متعلق نئی کاوشوں کا احوال اور بہت کچھ!

فی شمارہ: 15 روپے، سالانہ: 150 روپے

اردو زبان میں علم و آگہی کا معتبر ادبی جریدہ

## سہ ماہی فکر و تحقیق

قومی اردو کونسل کی منفرد پیش کش

اردو زبان و ادب سے متعلق اہم تنقیدی و تحقیقی موضوعات پر فکر انگیز اور تلاش و جستجو کو صحیح سمت دینے والے مواد کے ساتھ ہر تین ماہ بعد منظر عام پر آنے والا نہایت سنجیدہ علمی مجلہ خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کا مشورہ دیں!

ہندستانی خریداروں کے لیے سالانہ قیمت: 100 روپے، فی شمارہ: 25 روپے

(قومی اردو کونسل کی ویب سائٹ، http://www.urducouncil.nic.in پر بھی دستیاب)

آج ہی اپنے نزدیکی بک اسٹال سے طلب کیجیے یا ہمیں لکھیے

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی 110066، فون: 26109746، فیکس: 26108159
E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com , sales@ncpul.in

# اس شمارے میں

| عنوان | مصنف | صفحہ |
|---|---|---|
| اداریہ | مدیر | 04 |
| ڈاک خانہ | قارئین | 05 |
| **مضامین** | | |
| فلکیاتی ماہر چارلیس میزیئر کی کہانی ان کی زبانی | انیس الحسن صدیقی | 06 |
| تخلیقی صلاحیتوں سے اپنے غصے پر قابو پاسکتے ہیں | سیدہ نوشاد بیگم | 11 |
| لفظوں کی ساخت | تنویر احمد رومانی | 14 |
| ماحولیاتی آلودگی اور ہماری ذمہ داریاں | یاسمین بانو | 17 |
| **میرا بچپن** | | |
| ایسا تھا بچپن | رضاء الرحمن عاکف | 19 |
| **نظمیں** | | |
| نام اور کام | حیدر بیابانی | 22 |
| دعا | ظہیر رانی بنوری | 23 |
| کبھی میرے بچے پڑھائی نہ چھوٹے | عطا عابدی | 24 |
| ہم نے دیکھی ہے بچوں کی دنیا | رضوان الرضاء رضوان | 25 |
| تربوز | عبدالرزاق دل کوٹھا پوری | 26 |
| گرمی آئی | افتخار انیس حمیدی | 27 |
| مچھر | اشتیاق احمد راشد | 28 |
| پھول | محمد عمران شجر | 29 |
| **کہانیاں** | | |
| الو کی عقلمندی | متین اچل پوری | 30 |
| کھوکھلا مینار | رحیم رضا | 32 |
| شرارت سے ذہانت تک | شارق اعجاز عباسی | 34 |
| ایلین چاچا | محمد عادل | 37 |
| بے بسی کے آنسو | تنویر رضا برکاتی | 41 |
| **ڈراما** | | |
| مسیحا | رئیس صدیقی | 45 |
| **سائنس نامہ** | | |
| ایک شعر : سائنس کی روشنی میں!! | عبدالودود انصاری | 50 |
| **بچوں کا کتب خانہ** | | |
| صدر جمہوریہ کا بہادری انعام | عظمت النساء | 52 |
| **زبان شناسی** | | |
| محاورے | | 54 |
| **جنرل نالج** | | |
| معلومات عامہ | | 55 |
| **صحت اطفال** | | |
| معدے کی طاقت | حسین قریشی | 56 |
| **کہکشاں** | | |
| چمن چمن کے پھول | | 59 |
| **ننھے فنکار** | | |
| چوہیا کی شادی | قندیل خاں | 60 |
| بچوں کی پینٹنگ | | 62 |


# بچوں کی دنیا


جلد:9 شمارہ:06 جون 2021

مدیر: ڈاکٹر شیخ عقیل احمد

مدیر منتظم: اجمل سعید

**ناشر اور طابع**

ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارتِ تعلیم۔ محکمہ اعلیٰ تعلیم، حکومتِ ہند
فروغ اردو بھون، ایف سی 33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا،
جسولہ، نئی دہلی-110025
فون:49539000
**شعبہ ادارت:**11-49539009
**ای میل**
bachonkiduniya@ncpul.in
editor@ncpul.in
**ویب سائٹ**
http://www.urducouncil.nic.in

**قیمت:** 10/ روپے، سالانہ/100 روپے


▪ اس شمارے کے قلم کاروں کی آرا سے قومی اردو کونسل اور اس کے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں


Total Pages:64

'بچوں کی دنیا' کی خریداری کے لیے چیک، ڈرافٹ یا منی آرڈر بنام NCPUL، شعبہ فروخت کے پتہ پر بھیجیں اور وضاحت طلب امور کے لیے وہیں رابطہ فرمائیں۔

**شعبہ فروخت**
ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم
نئی دہلی-110066
فون:26109746
ای میل:sales@ncpul.in
ncpulsaleunit@gmail.com

**علاقائی مرکز:** 110-7-22، تھرڈ فلور، ساجد یار جنگ کمپلکس
بلاک نمبر 5-1، پتھرگٹی، حیدرآباد-500002
فون:24415194-040

پیارے بچو! آپ اس بات سے بخوبی واقف ہوں گے کہ ’صحت‘ ہر جاندار کے لیے بہت ضروری ہے۔ صحت کے بغیر اچھی زندگی کا تصور نہیں کیا جاسکتا لیکن آج کل طرح طرح کی بیماریوں نے انسانی زندگی کے گرد گھیرا تنگ کر دیا ہے۔ یہ بیماریاں نہ صرف بوڑھوں اور کمزور لوگوں پر حملہ آور ہو رہی ہیں بلکہ جوانوں اور بچوں کو بھی اپنی آغوش میں لے رہی ہیں اور ان کی زندگی کا سکون چھین رہی ہیں۔ ہر سال بے شمار بچے، جوان اور بوڑھے ان بیماریوں کی زد میں آ کر جاں بحق ہو جاتے ہیں۔

بچو! کیا کبھی آپ نے سوچا ہے کہ ہمارے عہد میں بیماریاں کیوں بڑھتی جارہی ہیں؟ دراصل بات یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں ماحولیات کی سطح پر بہت بڑی تبدیلی آئی ہے۔ کثافت اور آلودگی میں اضافہ ہوا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جگہ جگہ فیکٹریاں لگائی جارہی ہیں اور دوسری طرف جنگلات بھی ختم ہوتے جارہے ہیں۔ درختوں کی کٹائی کی وجہ سے فضا میں آکسیجن کی مقدار میں کمی ہوتی جارہی ہے۔ نتیجہ کے طور پر انسانوں اور چرندوں پرندوں کو بھرپور آکسیجن نہیں مل پاتی۔

آلودہ ہوا ہمارے پھیپھڑوں کو متاثر کرتی ہے پھر دیکھتے ہی دیکھتے بہت سے لوگ پھیپھڑوں کے مریض ہو جاتے ہیں۔ دماغ اور دل کے مریضوں کی تعداد بھی کم نہیں ہے۔ ان بیماریوں کی وجہ سے سالانہ کروڑوں افراد موت کی نیند سو جاتے ہیں۔

بچو! انسانی زندگی کے لیے آکسیجن کتنی ضروری ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ نہ صرف دل، دماغ اور پھیپھڑوں کو قوت بخشتی ہے بلکہ اس سے انسانوں اور جانوروں کے پورے وجود کو راحت، تازگی اور فرحت حاصل ہوتی ہے اور بہت سی بیماریاں دور ہوتی ہیں۔ کورونا وائرس سے متاثر مریضوں کی شفایابی کے لیے بھی آکسیجن نہایت موثر اور عمدہ علاج ثابت ہو رہی ہے۔ کورونا کے کتنے ہی مریض ہر روز آکسیجن کی وجہ سے صحت یاب ہو رہے ہیں اور کتنے لوگ آکسیجن کی عدم دستیابی کے سبب زندگیوں سے محروم ہو رہے ہیں۔

تحقیقات نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ بہترین اور نیچرل آکسیجن پیڑ پودوں کے ذریعے تیار ہوتی ہے۔ ہرے بھرے درخت اور پودے دن بھر آکسیجن تیار کرتے ہیں جو فضا میں تحلیل ہو کر سانس کے ذریعے پھیپھڑوں تک پہنچتی ہے۔ گویا کہ پیڑ پودے صحیح معنوں میں آکسیجن تیار کرنے کی فیکٹریاں اور پلانٹ ہیں۔ اچھی بات یہ ہے کہ آکسیجن کے ان پلانٹس کو لگانے میں بہت زیادہ رقم خرچ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر شخص یہ کام کرسکتا ہے۔ اپنے گھر کے آنگن میں پیڑ پودے لگا سکتا ہے۔ گذشتہ زمانوں میں بچے چھوٹے چھوٹے پودے اپنے گھروں میں لگا کر بہت خوش ہوتے تھے، ان کی دیکھ بھال کرتے، انھیں کھاد پانی دیتے۔ اس طرح ان کا شوق بھی پورا ہو جاتا، صحت کی نگہداشت بھی ہو جاتی اور بیماریوں سے علاج کا سامان بھی مہیا ہو جاتا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ آج کے بچے بھی اس طرف متوجہ ہوں اور اپنے گھر کے آنگن میں پودے لگائیں۔

آپ کا

ڈاکٹر شیخ عقیل احمد

# ڈاک خانہ

ہندوستان کے طول وعرض سے بچوں کے لیے بہت سے رسالے شائع ہوتے ہیں۔ان تمام رسالوں کی اپنی اہمیت اور معنویت ہے اور یہ رسالے بچوں کے ذوق کی تسکین کا سامان بھی بہم پہنچاتے ہیں۔قومی اردو کونسل کا رسالہ 'بچوں کی دنیا' بھی انہی رسائل میں شامل ہے جو مسلسل کئی برسوں سے بچوں کی ذہنی تربیت میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ بچوں کے رسائل کے تعلق سے دانشورانہ سطح پر بہت سی باتیں ہوتی رہی ہیں مگر عملی طور پر بچوں کے رسائل کو افادی اور بہتر بنانے کی کوششیں کم ہوتی ہیں۔ پھر بھی غنیمت ہے کہ بچوں کے لیے اردو میں کچھ رسائل شائع ہو رہے ہیں جو بچوں کے ذوق، ذہنی تقاضوں اور ترجیحات کا خاص خیال رکھ رہے ہیں۔'بچوں کی دنیا' بھی ایسا ہی مجلہ ہے جو بچوں میں نہایت مقبول ہے۔اس میں نئی تبدیلیاں اور تنوع دیکھ کر خوشی ہوتی ہے۔ یہ اچھی بات ہے کہ اس رسالے میں موضوعات کی سطح پر تنوع ہے اور بہت سے ایسے کالم بھی ہیں جو بچوں کے لیے مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔قلمکاروں کے تعارف اور تصویر کا سلسلہ بھی بہت خوب ہے۔ بچوں کا کتب خانہ، صحت اطفال، زبان شناسی، جنرل نالج جیسے مفید کالم بھی ہیں، لیکن بچوں کی تخلیقات بہت کم ہوتی ہیں، اس طرف دھیان دینے کی خاص طور پر ضرورت ہے، کیونکہ بچوں کے رسائل کا مقصد صرف قاری نہیں بلکہ قلمکار بھی پیدا کرنا ہے۔اس کے علاوہ بچوں کے ادیبوں کے انٹرویوز کی اشاعت کا سلسلہ بھی شروع کیا جانا چاہیے کیونکہ بچوں کے ادیبوں پر بھی بہت کم توجہ دی جاتی ہے اور ادب اطفال سے جڑے ہوئے افراد کی یہ شکایت بھی ہے کہ انھیں نظر انداز کیا جاتا ہے۔

سلیم انور، سہارنپور، اتر پردیش

میں قومی اردو کونسل سے شائع ہونے والا رسالہ 'بچوں کی دنیا' پابندی سے پڑھتا ہوں۔اس رسالے کا ہر شمارہ نہ صرف دیکھنے میں خوب صورت اور دیدہ زیب ہوتا ہے بلکہ مشمولات کے اعتبار سے بھی قابل قدر ہوتا ہے۔ یہ رسالہ بچوں کے ادب کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کر رہا ہے اور اس میں بچوں کی پسند اور ان کے ذوق کے مطابق نہایت عمدہ اور معلوماتی مضامین، کہانیاں، نظمیں، بچوں کی صحت سے متعلق تحریریں، معلوماتِ عامہ اور زبان ومحاورات سکھانے والی چیزیں پابندی سے شائع کی جاتی ہیں جو یقیناً بچوں کو اردو زبان سے قریب کرنے اور ان کے اندر اردو سے دلچسپی پیدا کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔موجودہ دور میں جبکہ بچوں کے ادب پر زیادہ توجہ نہیں دی جارہی ہے اور بچوں کے لیے معیاری رسالوں کی بہت کمی ہے، ایسے میں 'بچوں کی دنیا' اس کمی کو دور کرنے میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ یہ رسالہ اپنی خوبیوں کی وجہ سے دن بہ دن ادبی حلقوں میں اپنی پہچان بنا رہا ہے اور پورے ملک میں اس کی مقبولیت بڑھتی جارہی ہے۔ میری دعا ہے کہ یہ رسالہ یونہی پھلتا پھولتا رہے اور نئی نسل اس سے خوب فائدہ اٹھائے۔

محمد عدنان، سیما اپارٹمنٹ بٹلہ ہاؤس، نئی دہلی

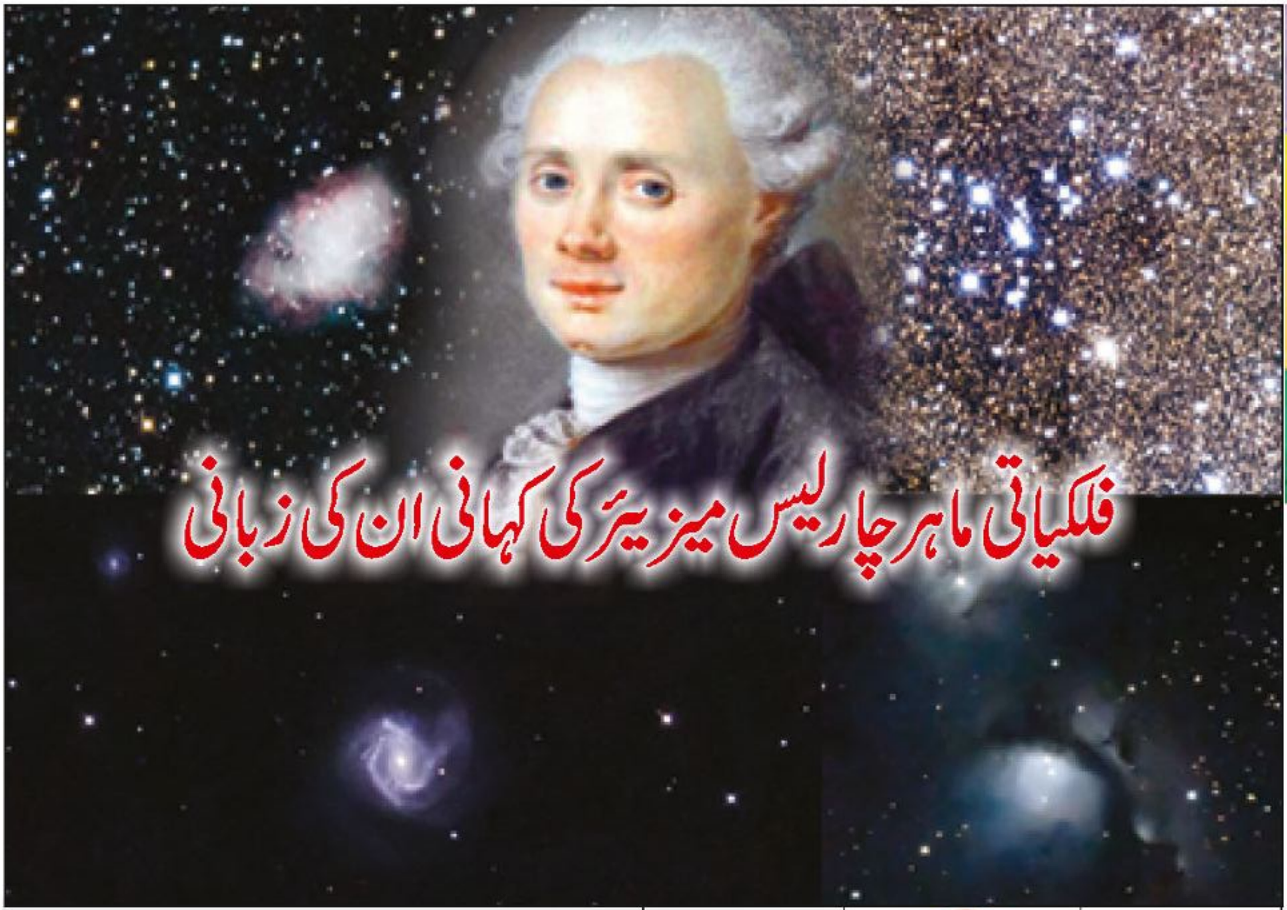

# فلکیاتی ماہر چارلیس میزیئر کی کہانی ان کی زبانی

انیس الحسن صدیقی

انیس الحسن صدیقی مشہور ہیئت داں و فیزیوتھیراپی ٹیکنیشین ہیں۔ دہلی میونسپل کارپوریشن کے سابق ڈائرکٹر ہیں۔ متعدد تعلیمی اداروں کے بانی اور سربراہ ہیں اور اہم سائنسی موضوعات پر مشتمل ان کی درجن بھر کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ خاص طور پر بچوں کے لیے سائنسی کہانیاں لکھتے رہے ہیں جو ملک کے مشہور ادبی رسائل میں شائع ہوئی ہیں۔ انیس الحسن صدیقی کو متعدد ادبی اعزازات سے بھی نوازا جا چکا ہے۔

کیا آپ میری کہانی سُننا پسند کریں گے؟

جی ہاں! میرا نام چارلیس میزیئر ہے۔ میرے والد صاحب کا نام کچپول نکولاس میزیئر تھا اور میری والدہ کا نام فرانکوئس بی۔ گرینٹ بلیز تھا۔ وہ فرانس کے علاقہ بدون ولّر میں رہتے تھے۔ انھوں نے بتایا کے میری پیدائش 26 جون 1730 کو ہوئی تھی۔ میرے بھائی بہنوں میں میرا دسواں نمبر تھا۔ میرے 6 بھائی اور بہن اپنی جوانی میں ہی چل بسے تھے۔ 1741 میں، جب میں گیارہ سال کا تھا تب میرے والد صاحب بھی چل بسے تھے۔

1744 میں چھ دُموں والا دُمدار سیارہ[1] آسمان میں ظاہر ہوا تھا۔ اس آسمانی واقعہ نے مجھے علمِ ہیئت کی طرف راغب کر دیا تھا۔ یہ ہی نہیں، 25 جولائی 1748 کو حلقہ نُما سورج گرہن[2] واقع ہوا تھا۔ اس دوسرے واقعہ کے بعد تو

میں پورے طور پر علم ہیئت کا مطالعہ کرنے لگا تھا۔علم ہیئت میں میرے اس شوق نے مجھے آسمانی اجرام کے متعلق کافی معلوماتی بنادیا تھا۔

1751 میں میری ملاقات فرانس کی بحری فوج کے ایک فلکیاتی ماہر یوسف نکولاس ڈیلسلی سے ہوئی۔ انھوں نے اس علم میں میرے شوق کو دیکھتے ہوئے اپنے ماتحت نوکری دلادی اور مجھے اس کام پر مامور کیا کہ میں اپنے تمام آسمانی مشاہدات کا باقاعدہ ترتیب وار ریکارڈ تیار کروں۔ یہ میرے لیے بہت ہی اچھا ہوا کہ مجھے اپنے شوق کے مطابق کام مل گیا۔

6 مئی 1753 کو قرانِ عطارد[3] کا آسمانی واقعہ ہوا۔لہٰذا میں نے سب سے پہلے اس آسمانی واقعہ کے باقاعدہ مطبوعہ دستاویز تیار کیے۔ 1757 میں، دُمدار سیارہ ہیلی کے آسمان میں آمد کے لیے مُشاہدے شروع کیے۔ 1757 میں اس کی تلاش میں کہکشاں مراۃِ مسلسلہ[4] کے ساتھ والی کہکشاں کا مشاہدہ ہو گیا۔لہٰذا میں نے پہلے اس کہکشاں کو اپنے مطبوعہ دستاویز میں بحیثیت ایم۔32 درج کیا۔ یہاں ایم کے معنی میزیئر یعنی تمام خلائی اجرام کے مشاہدوں کی ترتیب وار باقاعدہ فہرست ہیں۔یہ تھی میرے آسمانی اجرام کے مشاہدوں کے اندراج کی باقاعدہ ترتیب۔

1758 میں دُمدار سیارہ ہیلی کے آسمان میں ظاہر ہونے کی اُمید کی جارہی تھی۔ اُن دنوں سائنسی مفروضہ[5] کا زمانہ تھا۔

فلکیاتی ماہر ڈیسلے نے خود اس دمدار سیارہ کا آسمان میں ظاہری راستہ کا حساب لگایا تھا اور اُن کے حساب کے مطابق آسمان میں جہاں جہاں سے دُمدار سیارہ ہیلی کو گزرنا تھا اس کے راستہ کا نقشہ بھی بنایا تھا۔ ڈیسلے نے مجھے اُس سیارہ کے مشاہدہ کا کام سونپا تھا۔لہٰذا میں اس دمدار سیارہ کو اس نقشہ کے مطابق اس کے راستہ پر مشاہدہ 15 اگست 1758 سے 2 نومبر 1758 کرتا رہا۔ لیکن بدقسمتی سے اس کا اس کے تیار کیے ہوئے راستہ پر مشاہدہ نہ ہوسکا کیونکہ ڈیسلے سے اُس کے راستہ کا حساب لگانے میں کُچھ غلطی ہوگئی تھی۔

پھر بھی میں نے اس دوران 28 اگست 1758 کو مجموع النُجوم برج ثور میں ایک دُمدار سیارے جیسے دھبّہ کا مشاہدہ کیا لیکن وہ چل نہیں رہا تھا۔ لہٰذا میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ دمدار سیارہ جیسا دھبہ حقیقت میں دمدار سیارہ نہیں ہے بلکہ سحاب[6] ہے۔ میں نے اس کا جائے مقام بھی ناپا اور 12 ستمبر 1758 کو اس کو اپنی خلائی اجرام کی فہرست میں بحیثیت ایم۔1 داخل کیا۔ یہ میری پہلی دریافت تھی۔ بعد میں یہ ہی خلائی جرم شوقین ہیئت داں اور فلکیاتی ماہرین کے درمیان بہت ہی زیادہ دلچسپی کا باعث رہا اور اس جرم کو باقیات سحاب 1054 کا نام دیا گیا۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ آجکل یہ سحاب کیکڑہ کے نام سے عام طور پر جانا جاتا ہے۔

آخر کار 25 دسمبر 1758 میں جرمنی کے ایک شوقین ہیئت داں جارج پالٹز نے دُمدار سیارہ ہیلی دریافت کیا۔ میں نے بھی چار ہفتوں بعد یعنی 21 جنوری 1758 کو اس کا آزادانہ طور پر مشاہدہ کیا تھا۔

## میزیئر خلائی اجرام کی فہرست کیا ہے؟

میزیئر خلائی اجرام کی فہرست دراصل ان خلائی اجرام کی فہرست ہے جو عام آدمی کو اپنی ایک جیسی شکلوں سے الجھن میں ڈال دیتے تھے۔اس فہرست کا مقصد دمدار سیاروں کی تلاش کرنے والوں اور میرے جیسے دوسرے شوقین ہیئت داں کو خلائی اجرام کے درمیان میں کسی بھی الجھن سے دور رکھنا تھا۔ایسے خلائی اجرام کی پہلی میزیئر فہرست میں، میں نے 45 خلائی اجرام درج کیے تھے جو 1774 میں فرانسیسی اکاڈمی آف

سائنسیز، پیرس میں شائع ہوئی تھی۔جب تک یہ فہرست شائع ہوئی تب تک میزیئر خلائی اجرام کی تعداد 103 تک ہو گئی تھی۔1921 اور 1966 کے درمیان میں مختلف مواقع پر ماہرین فلکیات اور تاریخ دانوں کے ذریعہ 7 اور خلائی اجرام دریافت ہو چکے تھے جن میں سے کچھ تو میں نے ہی اور کچھ میرے دوستوں اور میرے معاون پیارے میچین نے مشاہدے کیے تھے۔

یہ 7 خلائی اجرام یعنی ایم۔104 سے ایم۔107 تک بہت سے فلکیاتی ماہرین نے بحیثیت میزیئر خلائی اجرام مان لیے تھے۔وہ خلائی اجرام جو ایم۔1 سے ایم۔110 بحیثیت باقاعدہ میزیئر خلائی اجرام میزیئر فہرست میں شامل کیے گئے تھے، مجھے پتہ چلا ہے کہ ابھی تک پیشہ ور اور شوقین ہیئت دانوں کے استعمال میں ہیں۔

میں مانتا ہوں کہ میری خلائی اجرام کی فہرست سائنسی اعتبار سے منظم نہیں ہے یعنی کہ خلائی اجرام کی قسموں یا ان کے جائے وقوع (جیسا کہ میرے بعد کی نیو جنزل کیٹلاگ (جدید عام فہرست) جس کا مخفف این۔جی۔سی۔ ہے۔ حالانکہ میری فہرست میں ہر ایک جانا پہچانا آسمانی جرم شامل ہے کہکشاں، سحاب سیاروی، کُشادہ جھرمٹ، کُروی جھرمٹ، اور سحاب منفوذ۔

چونکہ یہ اجرام چھوٹے سوراخ والی دوربین (تقریبا 102 ایم۔ایم۔یا 4 انچ) کی پہنچ میں ہیں، اس لیے میں نے بھی آسمانی اجرام کا مُطالعہ کرنے کے لیے یہ ہی دوربین استعمال کی تھی۔ ہاں! اس جدید زمانہ میں تو شوقین ہیئت داں اس سے بھی بہت ہی اچھی دُوربینوں کا استعمال کر رہے ہیں۔

مزید یہ کہ میری فہرست میں شامل تقریباً سب ہی خلائی اجرام اپنے اپنے درجات میں ہماری زمین کے سب سے قریب فاصلہ پر ہیں۔ایسا ہونے سے ہمارے پیشہ ورانہ آلات کے ذریعے ان اجرام کا زیادہ تفصیل سے مطالعہ کیا گیا ہے۔ابھی بھی پیشہ ور فلکیاتی ماہرین میزیئر کے القاب کا حوالہ دیتے ہیں اور شوقین ہیئت دانوں کے درمیان ان اجرام کا بہت ہی زیادہ مُشاہدہ ہوتا ہے۔

چونکہ میں فرانس میں رہتا تھا اور میں کام بھی یہیں کرتا تھا اس لیے اِن اجرام کی میری فہرست میں وہی اجرام شامل ہیں جو میں شمالی نصف کرہ سے خیالی سماوی نصف کُرہ کے اجرام جو 35-درجہ سماوی طول البلد کی حد میں تھے ان کا ہی مشاہدہ کر پایا تھا۔ اس لیے بہت سے پر اثر اجرام جیسا کہ سحاب کبیر وصغیر میری فہرست میں شامل نہیں کیے گئے تھے۔

چونکہ میری فہرست کے تمام اجرام بائنا کلر یا چھوٹی دُوربین کے ذریعہ دکھائی دیتے ہیں اس لیے وہ شوقین ہیئت دانوں کے لیے بہت ہی زیادہ دیکھے جانے والے مقبول اجرام ہیں۔ اکثر مارچ کے ماہ میں شوقین ہیئت داں 'میزیئر طویل مہم' کے لیے اکٹھے ہوتے ہیں جب تمام خلائی اجرام ایک ہی رات میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

میزیئر خلائی اجرام کی قسمیں:

1 کہکشاں (Galaxy) : کہکشاں، ایک عام مرکز کے گرد گردش کرتی ہوئی گیس، ستاروں اور دھول کا بھاری بھرکم مجموعہ ہے۔اِن کی بہت سی قسمیں ہیں۔ کچھ خاص قسمیں اس طرح ہیں۔ چرخی کہکشاں جس میں ایک مرکزی اُبھار مع بازوؤں کے جو اس کے باہر تک بڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔ دوسری قسم ہے سلاخ والی چرخی کہکشاں جس میں مرکزی

اُبھار ایک سلاخ کی مانند بڑھا ہوا مع بازوؤں کے جو بڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔ تیسری قسم ترچھی کہکشاں جو ایک انڈے کی شکل جیسی ہوتی ہے۔ چوتھی قسم ناہموار کہکشاں جس کی کوئی خاص شکل نہیں ہوتی ہے۔

**2 سحاب سیاروی (Planetary Nebula):** سحاب سیاروی میں گرم گیس کے چھوٹے بُلبلے ہوتے ہیں جو ایک ستارے کے مرکز سے خارج ہوتے ہیں۔ یہ گیس کبھی ستارے کے مرکز کا

حصہ تھی لیکن ہنگامہ خیز زمانہ کے بعد جب ہائیڈروجن جو ستارے کا خاص ایندھن تھا ختم ہوگیا تو ستارے کی بیرونی تہیں باہر نکل گئیں اور اب یہ گیس باہر کی طرف نکلتے ہوئے اندرونی حصوں کے ذریعہ گرم ہوگئی ہے۔ اندرونی حصہ ستارہ کا بقیہ ہے۔ اس گرمی کی وجہ سے گیس کے بُلبلے روشنی کرتے ہیں اور ہمیں وہ مختلف رنگوں میں دکھائی دیتے ہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد ستارے میں سے گرمی کم ہو جاتی ہے اور گیس غائب ہو جاتی ہے اور گیس کے بُلبلے دکھائی نہیں دیتے ہیں۔

**3 کشادہ جھرمٹ (Open Cluster):** کشادہ جھرمٹ کہکشاں کے ستاروں کے کھلے گروپ ہیں۔ اِن میں تقریباً درجنوں سے لے کر چند سینکڑوں تک ستارے شامل ہیں۔ میزیئر کی فہرست

میں یہ جھرمٹ چمکدار اور آسان ہیں۔ اِن جھرمٹوں میں ستارے کبھی ایک ساتھ دیو قامت بادلوں جیسا کہ سحاب جبار (ایم۔ 42) اور بادلوں کے ظاہر ہونے پر پھیل گئے۔ بہت سے جھرمٹ اُن کے ساتھ شریک ہو گئے ہیں۔

**4 کروی جھرمٹ (Globular Cluster):** کروی جھرمٹوں کو مختصر کہکشاؤں کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ حالانکہ ان میں کچھ کافی بڑی ہو سکتی ہیں اور اکثر چھوٹی بونی کہکشاؤں جیسی لگتی

ہیں۔ کروی جھرمٹ حقیقت میں ہماری کہکشاں کے چھوٹے سیارچے مع کروڑوں ستاروں کے ایک گیند میں ایک ساتھ بندھے ہوئے ہیں۔ وہ ہماری کہکشاں کے ہالہ (جو کہکشانی ہالہ کہلاتا ہے) میں ایک مرکزی ابھار کے گرد پھیلے ہوئے ہیں جو کہ ایک کُرہ ہے اور جو تقریباً ہماری کہکشاں کی خاص قرص کے پار تک بڑھتا ہے۔

**5 سحاب منفوذ (Diffuse Nebula):** یہ گیس اور دھول کا مجموعہ ہوتا ہے جو یا تو اپنے 'گرم' درجۂ حرارت کی وجہ سے چمکتا ہے یا پھر سحاب میں ستارہ کی روشنی کے ذریعہ منعکس ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ یا تو

سحابِ خارج ہوتا ہے یا پھر سحابِ مُنعکس ہوتا ہے۔ تیسری قسم کا عظیم نجم انفجاری باقیہ جو کہ دیو قامت دھماکوں کے باقیات ہوتے ہیں جہاں ایک ستارہ اپنے آپ ٹکڑوں میں بڑے دھماکہ کی باعث اڑ جاتا ہے اور گیس کے بڑھتے ہوئے خول کے مرکز میں نیوٹران ستارہ کی شکل میں رہ جاتا ہے یا ایک روزنِ سیاہ میں۔ گیس کا خول یا تو خارج ہوئی گیس سے چمکتا ہے یا پھر نزدیکی ستارہ کی روشنی کے منعکس ہونے سے چمکتا ہے۔

اب آپ اپنی بائنا کلر کے ذریعہ یا پھر اپنی چھوٹی

دُوربین کے ذریعہ ماہ مارچ کی تاریک راتوں میں میری فہرست کے مطابق یہ تمام قدرتی نظارے آسمان میں آسانی سے دیکھ سکتے ہیں۔ بس تھوڑا سا بائنا کلر یا دوربین کو کُرۂ سماوی کے درجات کے مطابق چلانا آنا چاہیے۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ ایک یا دو مرتبہ کی مشق سے آجائے گا۔

اچھا اب بہت دیر ہوچکی ہے۔ خدا حافظ !!!

حواشی

(1) دُم دار سیارہ یا نجمِ ذوذنب (Comet) ایک مُنجمد برفیلے مرکزہ کے گرد گیس پر مُشتمل ہوتا ہے اور جب سورج کے نزدیک آتا ہے تو منجمد برفیلے مرکزہ کی برف سورج کی گرمی سے پگھل کر گیس اور دھول میں تبدیل ہوتی ہے اور اس طرح سورج کے مخالف سمت میں ہوکر دم کی شکل میں نظر آتی ہے۔ یہ دراصل سیارے ہیں جو سورج کے گرد باقاعدہ مدار میں گردش کرتے ہیں۔

جب سورج سے بہت دُور ہوتے ہیں تب یہ برف کی منجمد گیندیں دکھائی دیتے ہیں۔ اُس وقت اُن کی دُم نہیں ہوتی ہے۔ یہ برف، گیس اور دھول کی گیندیں ہیں۔

(2) حلقہ نما سورج گرہن یا کسف چنبری (Annular Eclipse) اس سورج گرہن میں سورج کے نورانی کرہ کی ایک لائین چاند کے گرد آگ کے حلقہ کی طرح دکھائی دیتی ہے۔

کُسُفِ چَنبری 12 منٹ تک دکھائی دیتا ہے۔

(3) قران عطارد (Mercury transit) سورج کی قرص پر سے سیارہ عطارُد کی قرص کے گزرنے کا آسمانی واقع جو ہماری زمین کی سطح سے دکھائی دیتا ہے۔

(4) کہکشاں مراۃ مسلسلہ (Andromeda Galaxy) ہماری کہکشاں کے پڑوس میں ایک کہکشاں۔

(5) سائنسی مفروضہ (Scientific hypothesis) جو استدلال کی خاطر اختیار کیا جائے۔

(6) سحاب (Nebula) خلا میں گیس اور غُبار کا دیو قامت چمکتا ہوا یا تاریک بادل۔

بحوالہ: 'دی میزیئر آبجیکٹس' کمپائیلڈ اینڈ ایڈیٹیڈ بائی ریسرچ ٹیم اِسپیں، شائع بذریعہ گنومن اِسٹروٹیک پرائیویٹ لمیٹڈ، wz-19، اسالت پُور، A-3 بلاک، جنک پوری، نئی دہلی۔110058۔

■

**A. H. Siddiqui**
Amateur Astronomer
679, Sector- 22B
Gurugram- 122015
Mob.: 9654949434
Email.: aneessiddiqui2003@gmail.com

سیدہ نوشاد بیگم محمود

# تخلیقی صلاحیتوں سے اپنے غصے پر قابو پا سکتے ہیں

**غصّہ** کرنے، اپنے آپ پر قابو نہ رکھنے یا صبر و تحمل کی کمی سے انسان خود کا توازن کھو دیتا ہے۔ کہتے ہیں غصّے کو اگر ہم نے نہیں جلایا تو غصّہ ہمیں جلا دیتا ہے۔ اگر غصّہ آئے تو ایک سے دس تک گنتی کرنے کو کہا جاتا ہے۔ اس طرح غصّہ کم ہونے لگتا ہے۔

خوش اخلاقی بہت پُر اثر طاقت ہے۔ یہ ہمارے لیے فائدے مند ثابت ہو سکتی ہے۔ غصّے، جذبات اور ذہن و دل پر قابو ہونا ضروری ہے اور یہ کام عقلمندی سے کیا جاسکتا ہے۔ جو خود پر قابو نہیں رکھ سکتا۔ وہ دوسروں پر کیسے قابو رکھے گا۔ ایران کے بادشاہ نادر شاہ نے جب دلّی پر حملہ کر کے فتح حاصل کی۔ اُس نے اپنی زندگی میں پہلی بار ہاتھی دیکھا تھا۔ ہاتھی پر بیٹھنے کی خواہش اس نے ظاہر کی اور مہاوت سے ہاتھی کی لگام مانگی۔ مہاوت نے کہا اس جانور کی لگام نہیں ہوتی۔ اُسی وقت نادر شاہ نے ہاتھی سے نیچے چھلانگ لگائی اور کہا جس جانور کی لگام نادر شاہ کے ہاتھ میں نہیں ہوتی اُس پر وہ کبھی سواری نہیں کرتا۔ کہانی سے یہی سبق ملتا ہے کہ جس کا خود پر قابو نہیں وہ دوسرے کو کیسے قابو میں کرے گا۔ غصّہ سب سے پہلے ہماری اپنی زندگی میں زہر بھرتا ہے پھر گھر والے اُس سے پریشان ہونے لگتے ہیں، لوگ نفرت کرتے ہیں اور خوش اخلاق انسان سے سب پیار کرتے ہیں۔

غصّے کا آنا ایک فطری بات ہے لیکن انسان جب خفا ہوتا ہے یا غصّہ ہوتا ہے تو اُس حالت میں وہ منفی باتیں ہی سوچتا ہے اور منفی کردار ہی ادا کرتا ہے ایسے انسان جب غصّے میں بات کرتے ہیں تو سامنے والے کو کمتر سمجھتے ہیں۔ اپنی رائے زبردستی لوگوں پر تھوپنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے غلط نظریے کو منوانے کی ضد کرتے ہیں تو اس طرح غصّہ انسان میں ہٹ دھرمی کو بھی جنم دیتا ہے اور ہم غصّے میں اپنے خاندان یا اپنے ساتھیوں کا دل دُکھا بیٹھتے ہیں۔ غصّہ کرنے سے دلوں میں نفرت اور غلط فہمی

پیدا ہوتی ہے۔ کچھ لوگ ہمیشہ خود کو سچ مان کر دوسروں کو قصوروار سمجھتے ہیں۔

ایک مرتبہ ایک پاگل آدمی اچانک سے ڈیوک آف ونگٹن کے مطالعہ کے رُوم میں گھس گیا اور کہنے لگا میں موت کا فرشتہ ہوں اور اُنھوں نے تمھیں مارنے کے لیے مجھے بھیجا ہے تب ڈیوک نے ہنستے ہوئے کہا۔ تم مجھے مارنے کے لیے آئے ہو بہت تعجب کی بات ہے ۔ کیا تم آج ہی مجھے جان سے ماردوگے؟ تب وہ پاگل بولا۔ مجھے تمھیں مارنے کی تاریخ اور وقت معلوم نہیں لیکن میں تمھیں ماروں گا ضرور، یہ تو یقینی بات ہے۔ انھوں نے کہا دوست میں آج بہت کام میں ہوں۔ کتنے خطوط کا جواب مجھے آج ہی لکھنا ہے تم دوبارہ پھر کبھی آؤ لیکن آنے سے پہلے بتا دینا۔ میں تیار رہوں گا۔ اس طرح ٹھنڈے دماغ سے جواب دے کر ڈیوک صاحب کام میں مصروف ہوگئے۔ وہ پاگل اُن کے دل کی مضبوطی دیکھ کر خاموشی سے باہر نکل گیا۔ یعنی ایک انسان غصّے میں ہے تو دوسرا خاموش رہ کر بات بگڑنے سے بچا سکتا ہے۔ غصّے والا انسان منفی حالت اور خوش اخلاق انسان مثبت حالت میں ہوتا ہے۔ غصے میں انسان بنتے ہوئے کام بگاڑ دیتا ہے جبکہ سکون کی حالت میں کام تخلیقی صلاحیت سے انجام دیا جاتا ہے۔

ہم آقائے نامدار ﷺ کی خوش اخلاقی کے متعلق ہمیشہ پڑھتے ہیں کہ جب وہ مسجد سے گھر کے راستے گزرتے تو درمیان میں ایک خاتون اُن کے اوپر کچرا پھینک دیتی۔ اس طرح یہ روزمرہ کا معمول بن گیا۔ ایک روز وہ خاتون نے کچرا نہیں پھینکا تو ہمارے حضوؐر بذاتِ خود اُن کے گھر معلوم کرنے گئے کہ کہیں طبعیت تو ناساز گار نہیں۔ خوش اخلاقی کی ایسی مثال کہاں ملے گی؟

اس لیے بچو! زندگی میں غصّے کو کبھی اپنے قریب پھٹکنے مت دو اور اپنی صحت کو برباد ہونے سے بچاؤ۔ یہ آپ کے ہاتھ ہی ہے کہ کس طرح غصّے پر قابو پایا جائے۔ خود پسندی کو نفس پر غالب نہ ہونے دیں۔ ہمیشہ خود کی خامیوں اور کمزوریوں کو یاد کرتے ہوئے اللہ کے سامنے معافی کے طلب گار رہیے۔ سو آنکھیں آپ کے لیے اشک بار ہوں۔ سو ہاتھ دُعا کے لیے اُٹھیں۔

اپنی پوشیدہ صلاحیت کو تلاش کیجیے۔ اسے بڑھانے کی تمنّا

رکھیے اور انھیں استعمال کرنے کی سعی وجہد کیجیے۔ جو حاصل ہے اس میں ہو جائیے۔ یہی سب سے بڑی خوشی بھی ہے اور خوش رہنے کا ہنر بھی۔ غصے کو برداشت کر کے خوش رہنے کا ہنر سیکھ گئے۔ تو کوئی آپ کو غمگین نہیں کر سکتا حتیٰ کہ آپ خود بھی۔

ایک مشہور عالم نے بہت زیادہ علم حاصل کیا اور معلومات بھی حاصل کی۔ تب بھی اُسے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ میرے علم میں کچھ کمی ہے۔ یہ اُسے محسوس ہو رہا تھا۔ تب وہ اپنے علم اور معلومات کے خزانے کو مکمل کرنے کے نظریے سے گھوم رہا تھا۔ اُس وقت اُسے معلوم ہوا کہ اس شہر میں ایک لوہار ہے وہ صبر وتحمّل کے لیے مشہور ہے۔ وہ لوہار سے ملاقات کرنے گیا۔ لوہار نے کہا اس کے متعلق بعد میں بات کریں گے میرا ساتھی چھٹی پر گیا ہے ابھی فی الحال تم اُس کی جگہ پر کام کرو۔ لوہار ایک دھات ساز ہوتا ہے جو ہتھوڑا موڑنے اور کاٹنے کے اوزار استعمال کرتے ہوئے دھات کو جعلی بنا کر لوہے یا اسٹیل سے اشیا تیار کرتا ہے۔ اس طرح اس عالم فاضل شخص کو لوہار نے اپنے ساتھ کام کرنے کے لیے منالیا۔ یہ کام انجام دیتے ہوئے اُسے وہاں چھ ماہ گزر چکے تھے۔

ایک دن لوہار عالم سے کہنے لگا۔ اب تمھاری معلومات مکمل ہو چکی ہے اور تم جا سکتے ہو۔ وہ کہنے لگا لیکن آپ نے مجھے کچھ نہیں سکھایا عالم نے پوچھا۔ تب لوہار نے جواب دیا گزشتہ چھ ماہ سے تم ہتھوڑے چلا رہے ہو خاموشی کے ساتھ ایک مرتبہ بھی اپنے منہ سے تھکن کا احساس نہیں جتایا۔ غصے کو دل ہی دل میں برداشت کر لیا۔ قوتِ برداشت ہی تو غصّے پر قابو پانے کی چابی ہے۔ خودداری، صبر وتحمّل، قوتِ برداشت یہ سب کامیابی کے کارگر نسخے ہیں۔

ہمارے مقاصد کی تکمیل کے دوران اگر ایک آدھ بات رکاوٹ بن جائے تو غصّہ پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے جسم پر

بہت نقصانات ہوتے ہیں۔ فشارِ خون، دل کی دھڑکن پر اثر، پسینہ آنا۔ ایسی کئی تبدیلیاں سامنے آتی ہیں۔ لیکن احساس کے بنا تو انسان کام کو مکمل ہی نہیں کر سکتا۔ جذبہ ہونا ضروری ہے۔ اس لیے غصّہ بنیادی طور پر بُرا بھی نہیں ہوتا۔ ناانصافی، زیادتی، ظلم، نمائش پن یا دکھاوا، بدعنوانی، غربت، لاعلمی، ان سب کا غصّہ نسل نو کو آنا چاہیے۔ لیکن صبر وتحمّل اس لیے ضروری ہے کہ ہم اُس غصّے کے ہتھے نہ چڑھ جائیں، یا وہ ہم پر قابو نہ پائے۔ جب انسان کامیابی حاصل کرنے کی جدوجہد کرتا ہے تو زندگی میں کئی رُکاوٹیں آتی ہیں، لیکن اُن رُکاوٹوں کو خود پر حاوی نہ ہونے دیں۔ بہر کیف غصہ ایک فطری چیز ہے لیکن اس پر قابو پانے کی کوشش کی جانی چاہیے۔

■

**Sayyeda Naushad Begum Mahmood**
Shree Darshan Apt. B-203
Mumbai Pune Road, Kalwa
Thane- 400605 (Maharashtra)
Mob.: 09867650210

تنویر اختر رومانی

# لفظوں کی ساخت (بناوٹ)

**بچو!** کیا آپ نے کبھی غور کیا ہے کہ اپنی گفتگو، بول چال میں جو الفاظ استعمال کرتے ہیں، ان کی ہیئت یا ساخت (بناوٹ) ایسی کیوں ہے؟ یا ان کی وجہ تسمیہ (نام رکھنے کی وجہ) کیا ہے؟ ان الفاظ کا استعمال اس طرح کیوں ہوتا ہے؟ آیئے ہم آپ کو ایسے چند الفاظ کے بارے میں بتاتے ہیں۔

(1) اردو: ہماری اور آپ کی مادری زبان 'اردو' ہے۔ اسی زبان میں ہم گفتگو کرتے ہیں، اسی زبان میں ہم اپنی بات، اپنے خیالات دوسروں تک پہنچاتے ہیں اور اسی زبان میں دوسروں کی بات اور خیالات کو ہم اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ لیکن کیا آپ کو معلوم ہے کہ جو زبان ہم بولتے ہیں اس کا نام خود اپنی زبان کا نام نہیں ہے۔ 'اردو' کا نام تُرکی زبان سے لیا گیا ہے، جس کا معنی ہے لشکر یا فوج۔ جس طرح فوج میں مختلف علاقوں، مختلف طبقوں سے اور مختلف زبانیں بولنے والے 'جوان' شامل رہتے ہیں، اسی طرح مختلف خطوں، علاقوں اور زبانوں کے الفاظ کے اشتراک سے یہ زبان وجود میں آئی ہے۔ اسی لیے اس کا نام 'اردو' رکھا گیا۔ آپ کے لیے ایک اور حیرت کی بات ہو سکتی ہے کہ اس کا رسم الخط (Script) یعنی تحریر کرنے کا طریقہ فارسی سے لیا گیا ہے۔ گویا اس زبان کا نہ تو اپنا نام ہے اور نہ اپنا رسم الخط۔ اس کی جڑواں بہن 'ہندی' کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ ہے۔ ہندی کا بھی نہ تو اپنا نام ہے اور نہ رسم الخط۔ اس کا نام عربی زبان سے لیا گیا ہے جبکہ رسم الخط سنسکرت زبان کے لفظ 'دیوناگری' کا ہے۔

(2) باطن: ہم اور آپ اس لفظ کو 'ظاہر' کی ضد کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ باطن کا مطلب ہے پوشیدہ، چھپا ہوا، اندرونی حصہ، ضمیر۔ اصل میں یہ عربی لفظ 'بطن' سے بنا ہے، جس کے معنی ہیں پیٹ یا شکم۔ ہمارے پیٹ کے اندر ہمارے جسم کے بہت سے اعضائے رئیسہ چھپے رہتے ہیں۔ یہی نہیں ہم دوسروں کے راز بھی اپنے پیٹ کے اندر ہی چھپا کر رکھتے ہیں۔ اگر ہم کسی

کے راز کو یا اس کے کسی عیب کو دوسروں پر ظاہر کر دیتے ہیں تو لوگ ہمیں کیا کہتے ہیں؟ ''ارے، یہ تو پیٹ کا بہت ہلکا ہے'' یعنی راز کو 'باطن' میں نہیں رکھتا۔

**(3) بزدل:** ہمیں معلوم ہے، آپ بزدل نہیں ہیں۔ لیکن آپ کا کوئی دوست کسی خطرے کے کام میں ڈر اور خوف کا اظہار کرتا ہے تو اسے فوراً کہہ دیتے ہیں 'تم بزدل ہو'۔ کیوں کہتے ہیں بزدل، کبھی غور کیا ہے؟ اصل میں یہ فارسی کے دو لفظ 'بُز' اور 'دل' کے ملاپ سے بنا ہے۔ 'بُز' کا معنی ہے بکری اور 'دل' تو آپ سمجھتے ہی ہیں۔ یہ آپ کے سینے میں ہر وقت دھڑکتا رہتا ہے۔ کمزور دل والے کو 'بزدل' کہا جاتا ہے۔ اس کی ضد کے لیے 'شیر دل' کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

**(4) پہاڑہ:** پہاڑہ (Table) سے تو آپ اچھی طرح واقف ہوں گے۔ اس کا واسطہ سب سے زیادہ تو آپ ہی سے پڑتا ہے۔ اسکول اور گھر میں خوب رٹتے ہوں گے۔ دو یکم دو، دو دونی چار، دو تیا چھے..... آخر تک۔ کبھی غور کیا ہے کہ اسے پہاڑہ کیوں کہتے ہیں؟ اصل میں یہ ہندی لفظ 'پہاڑ' سے بنا ہے۔ پہاڑ کی صفت ہے اونچائی کی طرف بڑھنا، جس سے اس کی بڑائی کا اظہار ہوتا ہے۔ اب ذرا غور کیجیے، جب ہم کسی عدد کا پہاڑہ پڑھتے ہیں تو ہر قدم (Step) یا اگلی منزل پر عدد بڑھتا جاتا ہے یعنی اس کی بڑائی ہوتی ہے۔ اس کو اس طرح سمجھئے۔

2 یکم ☆☆

2 دونی ☆☆☆☆

2 تیا ☆☆☆☆☆☆

....................

2 دہاکے ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ہے نہ پہاڑ جیسی کیفیت؟

**(5) تالاب:** تال+آب = پانی کا چشمہ یا ذخیرہ۔ یہ سنسکرت کے لفظ 'تال' (بمعنی پوکھر) اور فارسی کے لفظ 'آب' سے مل کر بنا ہے۔

'آب' لاحقہ کے ساتھ اردو میں کئی مرکب الفاظ اور بھی ہیں۔ جیسے:

**(6) تیزاب:** تیز+آب = تیز اثر رکھنے والا پانی (رقیق)۔ اسے ہم انگریزی میں Acid کہتے ہیں۔

**(7) سراب:** سر+آب = پانی کی اوپری سطح۔ ریگستانی علاقوں میں دن کے وقت اگر کبھی آپ کا جانا ہو اور وہاں کچھ دوری پر کوئی جھیل یا تالاب نظر آئے تو پانی پینے اور نہانے کے لیے وہاں جانے کی غلطی نہ کیجیے گا۔ کیونکہ پانی دکھنے والے چیز دراصل دھوپ میں چمکتی ہوئی ریگ (ریت، بالو) ہے، جو دوٗر سے دیکھنے میں پانی کی سطح لگتی ہے۔ لیکن حقیقت میں ایسا ہوتا نہیں، یہ نظر کا دھوکا ہوتا ہے۔ اس لیے فارسی کے اس مرکب لفظ کو فریب اور دھوکا کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

**(8) سُرخاب:** سرخ+آب = لال پانی۔ لیکن اس کا مطلب لال پانی نہیں ہے۔ یہ تو دراصل ایک پرندے کا نام ہے جو سرخ رنگ کا ہوتا ہے۔ یہ پرندہ جب جھنڈ کی شکل میں کسی تالاب کے کنارے جمع ہوتا ہے تو دور سے دیکھنے پر ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے تالاب میں سرخ رنگ کا پانی جمع ہو گیا ہے۔ بھئی، ایسا ماہرینِ حیوانات کہتے ہیں۔ میں نے تو آج تک سرخاب کو نہیں دیکھا ہے۔ ہاں، لوگوں کو یہ کہتے ضرور سنا ہے ''کیا اس میں سرخاب کا پر لگا ہے؟''

**(9) سیراب:** سیر+آب = پانی سے بھرا ہوا۔ پیاس لگنے پر جب ہم اپنے پیٹ کو پانی سے بھر لیتے ہیں یعنی ہماری پیاس بجھ جاتی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ سیراب ہو گئے۔ مطلب پانی سے بھر گئے۔

**(10) سیلاب:** بارش کے دنوں میں جب ندیوں میں بہت زیادہ

مقدار میں پانی تیزی سے بہنے لگتا ہے تو ہم کہتے ہیں 'سیلاب' آ گیا۔ اسے ہم ہندی میں ''باڑھ' (یعنی بڑھا ہوا پانی) کہتے ہیں۔ یہ عربی کے لفظ 'سیل' اور فارسی کے لفظ 'آب' کا مرکب ہے۔ سیل کا مطلب ہے تیز بہاؤ (روانی) اور آب کا مطلب ہے پانی۔ سیلاب کے معنی ہوئے پانی کا تیز بہاؤ۔

**(11) گلاب:** گل+آب = پانی والا پھول۔ گلاب کو اگر آپ غور سے دیکھیں تو ایسا محسوس ہوگا کہ اس پھول کے اندر پانی بھرا ہوا ہے۔ اسی سے صفت ہے 'گلابی' (ایک رنگ)۔ اب تو یہ پھول گلابی رنگ کے علاوہ لال، سفید اور کالے رنگ میں بھی پایا جاتا ہے۔ لیکن اپنی بنیادی صفت کی وجہ سے گلاب ہی کہلاتا ہے۔

**(12) شراب:** اس لفظ کو شر+آب سمجھنے کی غلطی نہ کیجیے گا۔ یہ مرکب لفظ نہیں ہے۔ یہ عربی کا مفرد لفظ ہے جو 'شُرُبٌ' سے بنا ہے۔ شراب کا لغوی معنی ہے پینے کی چیز۔ پینے کی چیز کو ہم 'مشروب' اور 'شربت' بھی کہتے ہیں۔ اور یہ دونوں الفاظ بھی 'شرب' سے مشتق ہیں۔ نشہ لانے والے مشروب کو ہم شراب کہنے اور لکھنے لگے ہیں جبکہ اس کے لیے عربی میں اصل لفظ ہے 'خمر'۔ 'شراب' سے ہی انگریزی کا لفظ 'سیرپ' (Syrup) بنا ہے جسے ڈاکٹر حضرات بیماروں کو پینے کی صلاح دیتے ہیں۔

**(13) خونخوار:** اگر اس لفظ کو جملے میں استعمال کرنے کے لیے آپ سے کہا جائے تو ہمیں یقین ہے کہ آپ کا جملہ ہوگا: شیر ایک خونخوار جانور ہے۔ اور آپ کا یہ جملہ بالکل صحیح ہوگا۔ شیر یقیناً ایک خونخوار جانور ہے کیونکہ یہ فارسی کے دو لفظوں 'خون' اور 'خوار' سے مل کر بنا ہے، جس کے لفظی معنی ہے 'خون کھانے والا'۔ حالانکہ خون کھایا نہیں جاتا، پیا جاسکتا ہے۔ فارسی کا مصدر (فعل) ہے خوردن (کھانا)۔ جب ہم اس لفظ کے مشتق 'خوار' کو کسی لفظ کے ساتھ ملا کر استعمال کرتے ہیں تو وہ اسم فاعل (کام کرنے والا) ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ آپ 'خونخوار' میں دیکھتے ہیں۔

**(15) ڈھول:** آپ نے یہ کہاوت تو سنی ہوگی۔ 'دؤر کے ڈھول سہانے'۔ آپ نے یہ جملہ بھی کہیں نہ کہیں پڑھا یا سنا ہوگا۔ ''میں یہ بات بہ بانگِ دُہل کہوں گا''۔ دراصل اس جملے میں عربی کا جو لفظ 'دُہل' ہے، اسی کا مُعَرّب (یعنی خراب کیا ہوا، بگڑا ہوا) لفظ ہے ہندی 'ڈھول'۔ ڈھول بجانے کا ایک آلہ ہے۔ اسی کا اسم مصغّر ہے 'ڈھولک' (یعنی چھوٹا ڈھول)۔

**(16) روپوش:** ''چور اندھیرے میں روپوش ہو گیا۔'' روپوش ہو گیا مطلب چھپ گیا۔ یہ مرکب لفظ فارسی کے دو لفظوں سے مل کر بنا ہے۔ 'رو' کا معنی ہے چہرہ اور 'پوش' فارسی مصدر پوشیدن سے بنا ہے۔ 'روپوش' کا معنی ہوا چہرہ چھپانے والا۔ دونوں الفاظ کو ملانے سے اسم فاعل بن جاتا ہے، جس طرح ''خونخوار'' اسم فاعل ہے۔ چونکہ چور، ڈاکو، قاتل یا کسی اور مجرم کی پہچان اس کے چہرے سے ہی ہوتی ہے۔ اس لیے اس کے غائب ہو جانے کو چہرہ چھپانے سے تعبیر کیا جاتا ہے یعنی ''روپوش'' کہا جاتا ہے۔

یہ چند الفاظ ہیں جن کی بناوٹ یا وجہ تسمیہ کے بارے میں آپ کو جانکاری دی گئی۔ کچھ آپ بھی پتا لگائیں۔ ایسے سیکڑوں الفاظ ملیں گے۔ اگر آپ پتا نہیں لگا سکتے تو مجھے کہئے، میں آپ کے لیے مزید الفاظ کا پتا لگاؤں گا۔ میرا پتا تو معلوم ہے نہ آپ کو؟

■

**Tanweer Akhtar Roomani**
59, Chuna Shah Colony
P.O.: Maango
Jamshedpur-831012 (Jharkhand)

یاسمین بانو

# ماحولیاتی آلودگی اور ہماری ذمے داریاں

**پیارے بچو!** جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ ہر سال 5 جون کو عالمی یوم ماحولیات کے طور پر منایا جاتا ہے۔ آیئے اس موقعے پر ہم ماحولیاتی آلودگی سے متعلق کچھ اہم معلومات حاصل کرتے ہیں اور اس سلسلے میں ہم پر کیا ذمے داریاں عائد ہوتی ہیں اس پر غور وخوض کرتے ہیں۔

موجودہ زمانہ مشینی زمانہ ہے۔ اس زمانے میں انسانی زندگی کی تمام قدریں تبدیل ہو چکی ہیں۔ ماحولیاتی آلودگی بھی انسانی الٹ پھیر اور فطری تخلیق کی کیفیت میں ردو بدل کا نتیجہ ہے

مختلف اقسام کے چرند وپرند وغیرہ مخلوق کے وجود میں بھی ماحولیات کا تحفظ مضمر ہے اور ان جانداروں کی کمی سے بھی ماحولیات کا توازن بگڑ جاتا ہے کچھ سائنسدانوں کا تو یہ بھی نظریہ ہے کہ موجودہ دور میں اس دنیا کو سب سے بڑا خطرہ جنگلات کے ختم ہونے سے ہے کیونکہ ایسی صورت میں قدرتی آفات (سیلاب ٗ آندھی ٗ طوفان) کا آنا لازمی ہے۔ سائنس کا تجربہ بتاتا ہے کہ درخت فضا سے زہریلی گیسوں کو جذب کر کے صاف ہوا (آکسیجن) خارج کرتے ہیں جو انسانوں اور جانوروں دونوں کے لیے بے حد ضروری ہے۔

آج ماحولیاتی آلودگی کے سبب فضائیں زہریلی ہو چکی ہیں۔ صاف شفاف ہوا آلودہ ہو چکی ہے۔ موسموں میں تبدیلیاں آرہی ہیں۔ مہلک بیماریوں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ آیئے اب ہم دیکھتے ہیں کہ ماحولیاتی آلودگی کی کتنی قسمیں ہیں۔

ماحولیاتی آلودگی کی اقسام:

ماحولیاتی آلودگی کی کئی اقسام ہیں مثلاً زمینی آلودگی، آبی آلودگی، فضائی آلودگی، صوتی آلودگی اور ضیائی آلودگیاں۔

صوتی آلودگی (شور کی آلودگی): شوروغل اور چیخ و پکار سماعت کے لیے نقصان دہ ہیں۔ سکون وطمانیت کو ختم کر دیتے ہیں نیند کو خراب کرتے ہیں کارخانوں میں بلند آواز سے چلنے والی مشینوں، راستوں پر دوڑنے والی گاڑیوں، ٹرینوں، تعمیراتی کاموں میں استعمال کی جانے والی مشینوں اور لاؤڈ-اسپیکر کی آوازوں نے موجودہ زمانے کے شہری ماحول کو صوتی آلودگی میں مبتلا کر دیا ہے۔

آبی آلودگی: ندیاں، چشمے اور دریا بدبودار ہو چکے ہیں اور پانی آلودہ ہو چکا ہے۔ آلودہ پانی کے باعثِ بھی بیماریوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ آبی آلودگی کی وجہ سے معدے اور جگر کی بیماریاں بہت تیزی سے پھیل رہی ہیں۔

زمینی آلودگی: آلودگی کی ایک اور اہم قسم زمینی آلودگی ہے۔ زرعی پیداوار میں اضافہ کے لیے فصلوں میں کیڑے مار ادویات کا استعمال کیا جاتا ہے ہے جس سے پیداوار میں تو اضافہ ہو جاتا ہے لیکن ان ادویات کے استعمال سے مٹی کے

اوپر کی تہہ کی زرخیزی خاصی کم ہو جاتی ہے۔ زمینی آلودگی انسانی صحت کو بری طرح متاثر کر رہی ہے۔ اس کے باعث سانس، جلد اور پیٹ کی بیماریوں میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔

فضائی آلودگی : فضائی آلودگی نہ صرف بھارت بلکہ پوری دنیا کا مسئلہ ہے۔ اس سے کئی امراض لاحق ہو کر انسانی زندگی کی ہلاکت کا پیش خیمہ ثابت ہو رہے ہیں۔ اس سے لاحق ہونے والے امراض میں دمہ، کھانسی، زکام پھیپھڑوں کا سرطان، جگر کی کمزوری، جگر پر ورم وغیرہ شامل ہیں۔ کوئلہ جلنے سے اٹھنے والا دھواں، کارخانے اور فیکٹریوں سے نکلنے والی زہریلی کیمیائی گیسیں، سڑک اور راستے کی دھول مٹی، نالیوں کی گندی اور بدبودار ہوا سے اور سڑک پر چلتی موٹر گاڑیوں سے پیدا ہو رہی ہے۔

ضیائی آلودگی (روشنی کی آلودگی) آج کل دوکانوں، بازاروں اور گھروں میں تیز مصنوعی لائٹیں جلانے کا رواج عام ہو گیا ہے، جس کے سبب بہت سے لوگوں کا زیادہ تر وقت مصنوعی روشنیوں کے درمیان گزرتا ہے۔ کمروں کے تنگ اور تاریک ہونے کی وجہ سے دن میں بھی لائٹیں جلانی پڑتی ہیں۔ ہر وقت مصنوعی اور تیز روشنی میں رہنے سے دماغ متاثر ہوتا ہے اور آنکھیں بھی۔ قدرتی روشنی دماغ اور بصارت کے لیے بہت ضروری ہے۔ اس لیے زیادہ وقت قدرتی روشنی میں گزارا جانا چاہیے۔

ماحولیاتی آلودگی کو کم کرنے کے لیے ہم پر کیا ذمے داریاں عائد ہوتی ہیں:

- آلودگی کو کم کرنے کے لیے لوگوں میں آگاہی مہم شروع کی جائے تاکہ لوگ اس مسئلے کو سمجھ سکیں اور آلودگی کو کم کرنے میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔
- درخت قدرت کا عطیہ ہیں۔ مفت آکسیجن فراہم کرتے ہیں۔ اس لیے لوگوں کو درخت لگانے کے فوائد سے آگاہ کیا جائے اور شجر کاری پر زور دیا جائے۔
- فضائی آلودگی سے بچاؤ کے لیے گرد و پیش میں صاف صفائی برقرار رکھنا ضروری ہے۔
- فصلوں اور باغات کو بلا ضرورت کاٹنے سے گریز کیا جائے۔
- فیکٹریوں اور گھروں کی گندگی پانی میں نہ پھینکی جائے۔
- زہریلے دھوئیں کے اخراج پر کنٹرول کیا جائے۔
- اپنی گیلری یا گھر کے آنگن میں چڑیوں اور دیگر پرندوں کے پینے کے لیے صاف برتن میں پانی ضرور رکھیں اور کچھ دانے ڈال دیا کریں۔
- کسانوں کو چاہیے کے فصلوں میں نامیاتی کھاد کا استعمال زیادہ سے زیادہ اور کیمیائی کیمیکلز اور اسپرے کا استعمال کم سے کم کریں۔
- کچرے کو زمین پر نہ پھینکیں بلکہ صحیح طریقے سے اس کو ٹھکانے لگایا جائے۔
- پلاسٹک کی تھیلیوں میں موجود اشیا خریدنے سے گریز کریں کیونکہ یہ استعمال کرنے کے بعد کوڑے میں چلی جاتی ہیں اور زمینی آلودگی کا سبب بنتی ہیں۔

5 جون کو ہر سال عالمی یوم ماحولیات کے دن عوام میں شجر کاری کا شعور بیدار کیا جائے۔ پودے لگانے کے بعد ان کی دیکھ بھال کا بھی موثر انتظام کیا جائے تاکہ پودے درخت بن کر ماحولیاتی آلودگی پر قابو پانے میں مددگار ثابت ہو سکیں۔

■

**Yasmeen Bano**
Mohd Arif Sir
Akbari Chowk Biyabani
Achalpur - 444806 (Maharashtra)
Mob.: 9370090295

# ایسا تھا ہمارا بچپن

رضاء الرحمن عاکف سنبھلی

**بچپن** میں ہمیں تعلیم کے ساتھ ہی کچھ شوق بھی تھے۔ جیسے پھلواری لگانا، پیڑ پودوں کو سینچنا، سنوارنا اور پھر ان کی نشوونما کو دیکھ دیکھ کر خوش ہونا، مطالعہ کرنا یعنی نصابی کتابوں کے ساتھ ہی خارجی مطالعے میں بھی دلچسپی لینا۔ اس مقصد سے رسائل جن میں ہلال، نور، کھلونا اور ہندی میں لوٹ پوٹ، چمپک اور مسکان وغیرہ کا پابندی سے مطالعہ کرنا۔ ہمارے ذوق مطالعہ میں شامل تھا۔ ہلال اور نور تو ہم باقاعدہ پابندی کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ انھی رسالوں کے ذریعہ اسلامیات میں دلچسپی پیدا ہوئی اور سیرت رسول اکرم اور تاریخ اسلام اور دیگر اسلامی و دینی علوم سے گہرا لگاؤ پیدا ہو گیا۔ اس کے لیے خاص کتابیں خریدی گئیں اور کچھ مقامی لائبریری 'عاشق پبلک لائبریری' سے لے کر پڑھیں۔ یہ لائبریری ہمارے شہر سنبھل کی مشہور عوامی لائبریری ہے۔ اردو کی اچھی کتابیں یہاں موجود ہیں۔ اس لائبریری کا میں چھٹی جماعت کے دوران ہی ممبر بن گیا تھا۔ آگے جا کر جب ہند انٹر کالج میں نویں جماعت میں داخلہ لیا تو وہاں کی لائبریری کی بھی رکنیت حاصل کی۔ مگر اردو اور اسلامی کتابیں نہ ملنے کی وجہ سے اس میں کوئی خاص دلچسپی نہ رہی۔

تعلیم سے الگ ہٹ کر بھی ہمارے بچپن کی سرگرمیاں بڑی خوشگوار تھیں۔ پھلواری اور پودوں کے شوق نے ہم کو اچھا خاصا مالی بنا دیا تھا۔ ہمارے مکان سے ملحقہ ہمارا ایک پرانا کھنڈر نما مکان تھا۔ جس میں ہم چھوٹی چھوٹی کیاریاں بنا کر کاشتکاری کرتے، شجرکاری کرتے یہاں تک کہ فصلی پودے لگا کر ان سے بھی دل بہلاتے۔ ان کیاریوں میں پانی دینے کے لیے ہم نے خوبصورت نالیاں بنائی تھیں۔ جن کے ذریعہ انتظام یہ کیا گیا تھا کہ ایک ہی جگہ پانی ڈالنے پر بھی ہر کیاری تک اس کی رسائی ہو جائے۔

ہمارے بچپن میں بارش بھی کچھ زیادہ ہی ہوتی۔ آٹھ آٹھ دن کی جھڑی لگ جاتی۔ دھنک دکھتی تو اس سے اندازہ لگا لیا جاتا کہ ابھی بارش متواتر کچھ دن اور رہے گی۔ بارش میں کاغذ کی ناؤ بنا کر پانی میں بہاتے اور اس کا پیچھا کرتے۔ اس میں دوسرے بچوں سے بھی مقابلہ ہوتا کہ دیکھیں کس کی ناؤ زیادہ دیر تک چلتی ہے اور آگے نکلتی ہے۔ اس منظر کو میں نے اپنی ایک نظم 'کاغذ کی ناؤ' میں پیش کیا ہے۔

پرندوں، چڑیوں اور کبوتر پالنے کا بھی شوق رہا اور یہ شوق اتنا ہوا کہ گھر کے آنگن میں لگے نیم کے درخت پر پرندوں کے لیے گھونسلے بنائے، چڑیا اور فاختہ کے انڈوں کی ظالم کوؤں اور بندروں سے حفاظت کرتے۔ کبوتر بہت شوق سے پالتے۔ کبھی کبھی ہمارا کوئی کبوتر بلی کے ہاتھ لگ جاتا تو اتنا قلق ہوتا کہ کئی کئی وقت کھانا بھی نہ کھاتے۔ پھر آئندہ کے لیے

ان کبوتروں کو ظالم بلی کے شر سے محفوظ رکھنے کی تدبیریں کرتے۔ کبوتر پالنے کا اس درجہ شوق رہا کہ آج بھی ہم اکثر ان کبوتروں کو خواب میں دیکھ لیتے ہیں۔ اور بچپن کی وہ سہانی یادیں ہمیں تڑپا جاتی ہیں۔

بچپن کے تعلق سے کچھ اور اہم و یادگار باتوں میں سے ہماری کچھ خاندانی اور گھریلو باتیں بھی قابلِ ذکر ہیں۔ ان میں سے ایک بڑی اہم بات یہ بھی تھی کہ ہمارے گھر پر نمازِ مغرب کے بعد کھانا کھانے کا معمول تھا۔ جس کے بعد تعلیمی حلقہ قائم ہوتا اور ہم بچے اپنے بڑوں کی نگرانی میں کتابیں اور رسالے پڑھتے۔ ان میں نور، کھلونے اور ہلال کا زیادہ پڑھنا رہا کرتا تھا۔ یا پھر زبانی باتوں کے ذریعے اپنی اپنی معلومات بڑھایا کرتے۔ کبھی کبھی قصوں اور کہانیوں کا دور بھی رہتا تھا۔ پہیلیاں بھی بوجھی جاتیں اور معلوماتی سوالات بھی کیے جاتے۔ اس طرح آپس میں مقابلہ آرائی بھی ہوتی اور محاذ آرائی بھی کہ بحث و مباحثہ کبھی کبھی حد سے آگے بڑھ جاتا اور نوبت تکرار تک پہنچ جاتی۔ جو بڑوں کی مداخلت پر ہی کسی نتیجے پر پہنچتی تھی۔ مجھے خوب اچھی طرح یاد ہے کہ ایک مرتبہ ہمارے گھر پر کسی خوشنویس کا لکھا ہوا علامہ اقبال کا شعر۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

حاصل ہوا۔ جسے دیکھ کر ہم نے اس جیسا لکھنے کی کوشش کی اور گھر کے سبھی افراد میں سے ہر کوئی یہی چاہتا کہ ایسا لکھ کر دکھا دے۔ اسی شعر کی نقل کا شوق میری طبیعت کو خوشنویسی کی طرف مائل کرنے کا باعث ہوا۔

اسی طرح کا ایک شوق تقریر کرنے کا بھی تھا جو بچپن ہی سے میرے دل میں پیدا ہو گیا۔ اس شوق میں اضافہ تب ہوا جب ہمارے علاقے میں ملک کے مشہور و معروف مبلغ دین محمد پالن حقانی صاحب آئے۔ ان کی تقریریں اس وقت بڑے جوش و خروش سے سنی جارہی تھیں۔ ہم بھی اپنے گلی محلے کے بچوں کو اکٹھا کر کے حقانی صاحب کی نقل میں تقریریں کیا کرتے۔ جو آگے چل کر ہمارے مقرر بننے میں بڑا معاون ہوا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے وہ جملہ 'السلام علیکم' تھا۔ میرا کہنا تھا کہ یہ لفظ 'السلام وعلیکم' ہے یعنی السلام اور علیکم کے درمیان میں 'وٗ' بھی ہے۔ بھائی صاحب کا کہنا تھا کہ 'وٗ' نہیں ہے۔ ظاہر سی بات ہے کہ ان کا قول ہی درست تھا۔ دادا صاحب نے تو میری دل جوئی کے لیے میری بات کو درست قرار دیا تھا۔ سچ ہے بزرگ بڑی مصلحت سے کام لیا کرتے تھے کہ بچوں کی دل جوئی کے ہنر سے خوب اچھی طرح واقف تھے۔ یہ ان کا اندازِ تربیت تھا۔ جو سبق آمیز بھی تھا اور شفقت سے بھرپور بھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو اپنی رحمتوں کے نور سے منور فرمائے۔ (آمین)

ہمارا یہ مضمون چونکہ بچپن کے تعلق سے ہے اور بچپن شرارت، کھیل کود اور ہنسی دل لگی کے کارناموں میں مصروف رہنے کا نام ہے۔ اسی لیے اپنے اس مضمون میں ہم بھی انہی واقعات کا ذکر کررہے ہیں۔ جو اس ضمن میں آتی ہیں۔ شروع سے ہی ہمیں دوست بنانے کا شوق رہا اور اس سلسلے میں ہمارا حلقہ کافی وسیع بھی رہا ہے۔ ہم اپنا زیادہ تر وقت دوستوں کے درمیان ہی گزارا کرتے۔ کھیل کود سے لے کر پڑھائی لکھائی تک میں دوستوں کا ساتھ رہتا۔ اس لیے ہمارے دوستوں کے متعدد حلقے تھے۔ کھیل کود کے دوست الگ تھے تو پڑھنے لکھنے کے الگ۔ پڑھنے میں اسکول، کالج کے ساتھ ہی مدرسے کے دوست بھی رہے کہ ہم نے قرآنی تعلیم باقاعدہ مدرسے میں حاصل کی۔ اس طرح دوستوں کے الگ الگ حلقے تھے۔ اور خدا کا شکر کہ ہر حلقے میں ہم میر کارواں ہی بن کر رہے۔

پتنگ بازی، والی بال، تعلیمی تاش، کیرم بورڈ وغیرہ ہمارے

محبوب مشغلے تھے۔ پتنگ بازی، والی بال اور کیرم میں تو کوئی خاص نام نہ کمایا بلکہ وقت گزاری ہی کی مگر اردو اچھی ہونے کی وجہ سے تعلیمی تاش میں خاصا نام کمایا اور اپنے سامنے اچھے اچھوں کو ٹکنے نہ دیا۔ ان کے علاوہ کچھ اور کھیل بھی ہوتے جو گلی محلے کے بچوں کے ساتھ اکثر کھیلا کرتے۔ بالخصوص رات کو مغرب کے بعد کھانا کھا کر یہ کھیل اکثر کھیلے جاتے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ جب تک لڑائی نہ ہوتی جاری رہتے اور اکثر جھگڑے پر ہی ان کھیلوں کا خاتمہ ہوا کرتا تھا۔ ان کھیلوں کی وجہ سے ہی تو ہمارا بچپن تھا اور باتیں بچپن کی ہوں اور پھر ان میں شرارت کا ذکر نہ ہو، یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ بچپن نام ہی دراصل شرارتوں کا ہے۔ کہا گیا ہے کہ جو بچہ جتنا ذہین ہوتا ہے وہ اتنا ہی شریر بھی ہوتا ہے۔ اسی اصول کے تحت ہمیں بھی شرارت میں کچھ زیادہ ہی لطف آتا تھا۔ مگر ہاں اس بات کا ضرور خیال رکھتے کہ ہماری شرارت سے کسی کو کوئی تکلیف یا دکھ نہ ہو۔ مگر ایک شرارت ہمیں ایسی بھی یاد ہے کہ جس میں یہ احتیاط نہیں رکھی جاسکی۔ ہوا یوں کہ جب ہم ساتویں کلاس میں پڑھتے تھے تو ہمارے پاس چھوٹی سائیکل جسے اس وقت ''اڈھا'' کہا کرتے تھے۔ اس سے ہم اسکول جایا کرتے۔ ہمارے ایک کزن جو ہمارے ساتھ اپنی سائیکل سے جاتے تھے۔ ایک دن ہم نے شرارت کر کے اپنی سائیکل ان کی سائیکل سے لڑا دی اور انہیں نیچے گرا دیا۔ جس سے ان کے پاؤں میں فریکچر ہو گیا۔ نتیجتاً گھر پر بہت ڈانٹ پڑی اور اس غلطی کی پاداش میں ہماری سزا یہ مقرر ہوئی کہ جب تک ان کا پاؤں درست نہیں ہو گا۔ تم اپنی سائیکل پر انہیں اسکول لے کر جاؤ گے۔ اس کے علاوہ بھی ہم نے شرارتیں تو اور بھی کی ہوں گی مگر ایسی اور کوئی شرارت یاد نہیں جس سے کسی کو نقصان یا تکلیف پہنچی ہو۔

بچپن کے مندرجہ بالا حسین واقعات اور پر بہار یادوں کے پیشِ نظر ہم یہ کہنے میں حق بہ جانب ہیں کہ ہمارا بچپن بڑا ہی درخشاں اور تابناک رہا۔ بلکہ اگر دیکھا جائے تو اس زمانے کے لطف اور مسرتوں کے سامنے ہمیں آج کی زندگی بڑی بدمزہ نظر آتی ہے۔ اور آج ہم اپنے بچپن اور اس کی حسین یادوں کو یاد کرتے ہیں اور گذرے ہوئے بچپن کے اس خوش نما وقت کو یاد کر کے اس پر عش عش کر اٹھتے ہیں۔

■

**Dr. Razaur Rahman Akif Sambhali**
Mian Sarai
Katra Baraz
Sambhal - (UP)
Mob.: 9837826809

# نام اور کام

حیدر بیابانی

حیدر بیابانی بچوں کے اہم شاعر ہیں۔ تقریباً چالیس کتابوں کے مصنف ہیں جن میں سے زیادہ تر بچوں کی نظموں پر مشتمل ہیں اور ادبِ اطفال میں اہم اضافہ سمجھی جاتی ہیں۔ انھوں نے 'ننھی منی باتیں' کے نام سے 12 کتابیں شائع کی ہیں جن میں بچوں کی دلچسپی کے مختلف موضوعات پر نظمیں شامل ہیں۔ مرزا غالب کی مشہور کتاب 'قادر نامہ' کے طرز پر انھوں نے 'اردو انگلش نامہ' لکھا ہے جسے غیر معمولی پذیرائی حاصل ہوئی ہے۔ حیدر بیابانی کو مہاراشٹر، بہار، یوپی، ہریانہ، مغربی بنگال اور مدھیہ پردیش کی اردو اکادمیوں نے ادبِ اطفال میں ان کی اہم خدمات پر اعزازات سے نوازا ہے۔

نام کی نہ وقعت ہے
کام وجہِ شہرت ہے
نام سے نہیں ہوتی
کام ہی سے برکت ہے
نام ہے صلہ اُس کا
کام جو عبادت ہے
نامور ہوا جو بھی
کام کی بدولت ہے
نام اس کا ہے جس کا
کام سے محبت ہے
نام، نام کی شے ہے
کام ہی حقیقت ہے

نام کو کمانے میں
کام کی ضرورت ہے
نام کچھ نہ کرپائے
کام کانِ حکمت ہے
نام زندہ رکھنے کی
کام ایک صورت ہے

■

**Hyder Bayabani**
Basera
Achalpur City - 444806
Mob.: 08055656961

ظہیر رانی بنّوری

# دعا

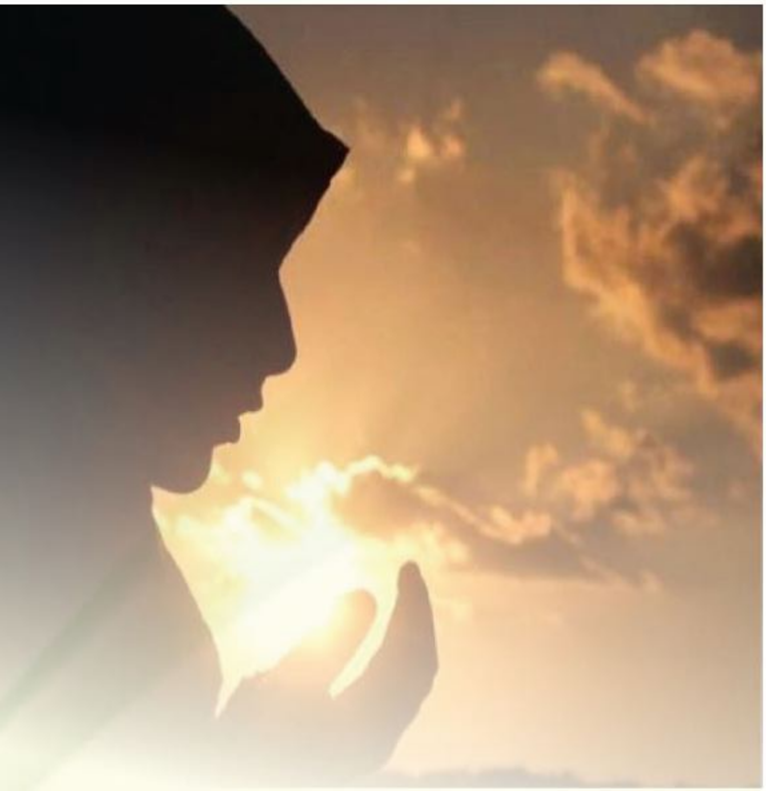

اے خدا اے خدا
سن ہماری دعا
علم حاصل کریں
نیک عاقل بنیں
اور عادل بنیں
چاہیں سب کا بھلا
اے خدا اے خدا

راہ سیدھی چلا
اور بدی سے بچا
سب کا تو رہنما
سب کا تو آسرا
اے خدا اے خدا

ہم تجھے اے خدا
یاد رکھیں سدا
پورا کر مُدعا
ہے یہی التجا
اے خدا اے خدا

■

**Zaheer Ranebennuri**
M R Nagar, Ghar No: 1273
Ranibennur - 581115

ظہیر رانی بنّوری (ظہیرالدین) ایم اے، بی ایڈ درس و تدریس سے وابستہ ہیں اور شعر و شاعری کا اچھا ذوق رکھتے ہیں۔ ان کے متعدد شعری مجموعے خاص طور پر بچوں کے لیے کھی گئی نظموں کے کئی مجموعے شائع ہوچکے ہیں۔ ظہیربنوری کو ان کی شعری خدمات کے عوض مختلف ادبی اداروں کی طرف سے اعزازات سے نوازا جاچکا ہے۔ بچوں کے لیے لکھی گئی ان کی نظمیں کئی نصابی کتابوں میں بھی شامل ہیں۔ ان کی نظمیں ملک کے موقر اخبارات اور رسائل وجرائد میں شائع ہوتی رہی ہیں۔

# کبھی میرے بچے پڑھائی نہ چھوٹے

عطا عابدی

عطا عابدی (ایم اے اردو، پی ایچ ڈی) ادبی و شعری حلقے کا مشہور نام ہیں۔ بہار قانون ساز کونسل شعبۂ اردو کے ایڈمنسٹریٹو آفیسر کے طور پر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ کئی اہم ملکی اور غیر ملکی ادبی اداروں نے انھیں اعزازات سے نوازا ہے۔ غزلیات، حمد و نعت، کہانی اور دیگر اصناف سخن پر مبنی ان کی کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ادب اطفال سے خصوصی دلچسپی رکھتے ہیں اور بچوں کے لیے کہانیاں اور نظمیں لکھتے ہیں۔ اس تعلق سے ان کی دو کتابیں 'مناظرے مذکر و مونث کے (کہانیاں)' اور 'خوشبو خوشبو نظمیں اپنی' شائع ہو چکی ہیں۔

بلا سے کوئی تیری گڈّی کو لُوٹے
بلا سے یہ تیرا موبائیل بھی ٹوٹے
کبھی میرے بچے پڑھائی نہ چھوٹے

پڑھائی سے بڑھ کر نہیں کوئی نعمت
پڑھائی زمانے میں ہے ایسی دولت
کہ ممکن نہیں ہے کوئی اس کو لُوٹے
کبھی میرے بچے پڑھائی نہ چھوٹے

پڑھائی سے پہچان اچھے برے کی
پڑھائی سے پہچان کھوٹے کھرے کی
پڑھائی ہے سچ اور باقی ہیں جھوٹے
کبھی میرے بچے پڑھائی نہ چھوٹے

پڑھائی سے رب ہے پڑھائی سے سب ہے
پڑھائی ہے خوشبو پڑھائی ادب ہے
پڑھائی ہے گلشن کے پھول اور بوٹے
کبھی میرے بچے پڑھائی نہ چھوٹے

■

**Ata Abdi**
C/o Book Emporium
Sabzi Bagh
Patna - 800004
07903021559

# ہم نے دیکھی ہے بچوں کی دنیا

رضوان الرضا رضوان

ڈاکٹر رضوان الرضا رضوان، ڈاکٹر عبدالعلی طبیہ کالج ملیح آباد لکھنؤ میں ایسوسی ایٹ پروفیسر ہیں۔ ان کا شعری مجموعہ 'ادراک کے سائے تلے' کے نام سے شائع ہوچکا ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے کلیات اسعد بدایونی' اوربیکل اتساہی کی غزلوں کے دو مجموعے 'موتی اگے دھان کے کھیت' اور 'نشاطِ شعور' مرتب کیے ہیں۔ بچوں کے لیے نظمیں لکھتے ہیں اور ملک کے مختلف اخبارات و رسائل میں شائع ہوتے رہے ہیں۔

ہم نے دیکھی ہے بچوں کی دنیا
اس میں کچھ رنگ ہے نظارے ہیں
چاند سورج ہیں اور تارے ہیں
ننھے منے ہیں پیارے پیارے ہیں
کچھ شرارت ہے کچھ اشارے ہیں
ہم نے دیکھی ہے بچوں کی دنیا

اس میں کچھ پھول بھی ہیں خوشبو بھی
طوطا مینا بھی اور جگنو بھی
مسکراہٹ بھی اور آنسو بھی
کچھ تماشا بھی اور جادو بھی
ہم نے دیکھی ہے بچوں کی دنیا

پیڑ پودے ہیں گھاس پتے ہیں
مور کوے ہیں بلی کتے ہیں
پیٹھ پر بیگ اور بستے ہیں
سب کی منزل ہے سب کے رستے ہیں
ہم نے دیکھی ہے بچوں کی دنیا

کچھ کھلونے ہیں دھول مٹی میں
کھل اٹھے ہیں یہ پھول مٹی میں
ہیں گلاب و ببول مٹی میں
سب ہی جاتے ہیں بھول مٹی میں
ہم نے دیکھی ہے بچوں کی دنیا

کچھ عداوت کو دور رکھتے ہیں
کچھ سیاست کو دور رکھتے ہیں
کچھ غلاظت کو دور رکھتے ہیں
کچھ نزاکت کو دور رکھتے ہیں
ہم نے دیکھی ہے بچوں کی دنیا

ہے بڑوں کا شعور بھی ان میں
ظاہری ہے غرور بھی ان میں
یعنی تھوڑا قصور بھی ان میں
چشم باطن کا نور بھی ان میں
ہم نے دیکھی ہے بچوں کی دنیا

ان کی اپنی الگ ہی بھاشا ہے
ان کی آنکھوں میں کتنی آشا ہے
روز ان کا نیا تماشا ہے
کوئی تولہ ہے کوئی ماشہ ہے
ہم نے دیکھی ہے بچوں کی دنیا

کھٹی میٹھی اک ان کی ٹافی ہے
ناشتے کے لیے وہ کافی ہے
چائے بسکٹ ہے دودھ کافی ہے
ہر خطا قابل معافی ہے
ہم نے دیکھی ہے بچوں کی دنیا

صبح پھیلائے شام پھیلائے
میز پر سارا کام پھیلائے
مست ہیں تام جھام پھیلائے
سیب انگور آم پھیلائے
ہم نے دیکھی ہے بچوں کی دنیا

کچھ سلام و کلام والے ہیں
اور کچھ رام رام والے ہیں
کچھ فقط اپنے کام والے ہیں
کچھ تو رضوان نام والے ہیں
ہم نے دیکھی ہے بچوں کی دنیا

■

**Dr. Rizwanur Raza**
Dr.Abdul Ali Tibbiya
College Ahmadabad
Katauli Malihabad
Lucknow- 226102 (UP)
Mob.: 8787008995

عبدالرزاق دل کولہاپوری

# تربوز

لیے سبز رنگت ہے اور مغز لال
ہے تربوز قدرت کا پھل بے مثال
بجھائے یہ انسان کی پیاس بھی
رہے پھر نہ پانی کی کچھ آس بھی
زمیں پر ہی رہتی ہے اس پھل کی بیل
عجب خاکساری سے ہے اس کا میل
نظر رنگ کو نہ لگے اس لیے
سیہ بیج ہے مغز میں کچھ جڑے
بھرا اس کے ہے مغز میں شیریں آب
مٹھاس اور لذّت بھی ہے لاجواب
جگر کی یہ گرمی کو کرتا ہے دور
اِسے نوش کرتے رہیں ہم ضرور
چگیں مرغیاں مرغ بھی بیج کو
یہ پورا کریں ان کی ہر جھیج کو
شکم ہو جو خالی تو نہ کھایئے
کہ اس بات پر غور فرمایئے
ہے تربوز گردوں کے حق میں حکیم
کہ دی ہے خدا نے یہ نعمت عظیم

■

**Abdur Razzaq Dil Kolhapuri**
Dil Bharti House
Muqam wa Post: Kalhapur
Taullaqa: Bhatkoli
Distt.: Amravati (Maharashtra)
Mob.: 7304485318

نظم

# گرمی آئی

دیکھو دیکھو گرمی آئی
لو کو لے کر گرمی آئی
گرمی کی من مانی دیکھو
گرم ہوا اور پانی دیکھو
سورج کی سلطانی دیکھو
سڑکوں پر ویرانی دیکھو
سب نے مل کر قلفی کھائی
امی نے بھی لسی بنائی
سورج بھیا تم چھپ جاؤ
اب زیادہ نہ ہمیں جلاؤ
گرمی سے بدحال ہوئے
چہرے سب کے لال ہوئے
کولر پنکھے لے کر آئی
دیکھو دیکھو گرمی آئی

■

**Dr. Iftikhar Anees Hameedi**
196- Chilla
Amroha - 244221 (UP)
Mob.: 9719308437

افتخار انیس حمیدی

ڈاکٹر افتخار انیس صدیقی (ایم اے اردو، بی ایس سی) کا تعلق امروہہ سے ہے۔ یہ بچوں کا ایک اسکول چلا رہے ہیں۔ ادب اطفال سے خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ بچوں کے لیے کہانیاں اور نظمیں لکھتے رہے ہیں اور رسائل و اخبارات میں شائع بھی ہوتے رہے ہیں۔ خاص طور سے بچوں کی صحت اور امراض اطفال کے تعلق سے ان کے کئی مضامین اشاعت پذیر ہوئے ہیں۔

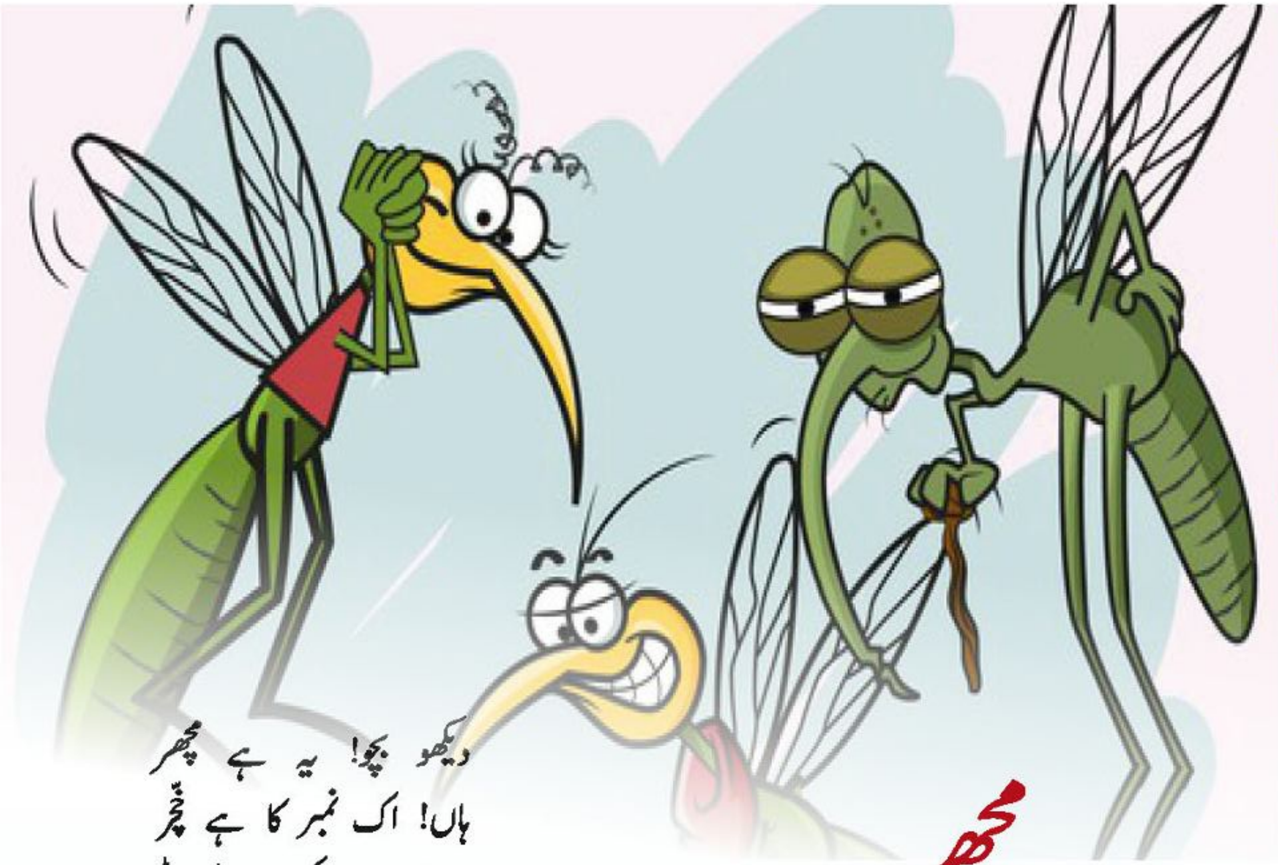

# مچھر

دیکھو بچو! یہ ہے مچھر
ہاں! اک نمبر کا ہے خچّر
سوتے ہوئے کو ہے یہ کاٹے
کتنی بیماری یہ بانٹے
رکھتا ہے اک سر اک سینہ
کرے ہے مشکل سب کا جینا
کوڑا کرکٹ سے یاری ہے
اس کو گندی جا پیاری ہے
بھن بھن کرتا رہتا ہے
انجکشن دیتا رہتا ہے
بچو! اس سے بچنا ہے گر
ستھرا رکھنا تم اپنا گھر

■

**Ishtiaque Ahmed**
3, P. M Bustee 2nd Bye Lane
Shibpur
Howrah- 711102 (West Bengal)
Mob.: 8240162221

**اشتیاق احمد راشد**

اشتیاق احمد راشد (بی ایس سی، ایم اے) افسانہ نویس اور کہانی نگار ہیں۔ ان کے افسانے مختلف ادبی رسائل میں اشاعت پذیر ہوئے ہیں۔ بچوں کے لیے شاعری بھی کرتے ہیں اور ان کی نظمیں اہم اخبارات اور رسالوں میں شائع ہوتی رہی ہیں۔

محمد عمران شجر

# پھول

گلشن میں لہراتے پھول
سب کے من کو بھاتے پھول

صبح سویرے کھل جاتے ہیں
آسانی سے مل جاتے ہیں
بچے ہوں یا پھر ہوں بوڑھے
کام سبھی کے آتے پھول
سب کے من کو بھاتے پھول

اپنی جان سے جاتے ہیں یہ
پھر بھی رونق لاتے ہیں یہ
ہار میں ہوں یا گلدستے میں
محفل کو مہکاتے پھول
سب کے من کو بھاتے پھول

بزم سجی ہو جب شادی کی
شہزادے یا شہزادی کی
سہرے سے لے کر قدموں تک
گھر آنگن مہکاتے پھول
سب کے من کو بھاتے پھول

تتلی، مگس، پتنگے، سارے
گھوم رہے ہیں پنکھ پسارے
رس پی کر دیتے ہیں دعائیں
ان کی پیاس بجھاتے پھول
سب کے من کو بھاتے پھول

طب نبوی کے نسخوں میں
اور پرانوں میں، ویدوں میں
بیماروں کی بن کے دوائی
کام شفا کے آتے پھول
سب کے من کو بھاتے پھول

عیسائی، سکھ، مسلم، ہندو
گوڈ، گرو، ہو پیر، یا پربھو
ان کا کوئی دھرم نہیں ہے
ہر در پر بچھ جاتے پھول
سب کے من کو بھاتے پھول

سوکھے پھول تو پھل دیتے ہیں
میٹھے اور کومل دیتے ہیں
پیدا بیج نئے کرتے ہیں
مٹی میں مل جاتے پھول
سب کے من کو بھاتے پھول

اردو سے ہے جن کو الفت
لہجے میں ہے پیار و محبت
چھلکاتے ہیں جام لبوں کے
باتوں سے برساتے پھول
سب کے من کو بھاتے پھول

گلشن میں لہراتے پھول
سب کے من کو بھاتے پھول

■

**Mohd Imran Ahmad**
Nagar Parishad
Urdu High School
Anjan Gaon
Surji (Maharashtra)
Mob.: 9604492728

# الّو کی عقلمندی

متین اچل پوری

## چُھک چُھک چُھک چُھک

آدھی رات کو بستی سے ذرا دور ویرانہ الّو کی آواز سے گونج اٹھا۔

پیپل کے اونچے پیڑ کی ٹہنی پر بیٹھے اُس پرندے نے پھر آواز لگائی۔

چھک چھک چھک

اس مرتبہ آواز سن کر قریب کی ڈالی پر بیٹھے گدھ نے اپنا سر پروں سے باہر نکال کر پوچھا۔

کیا بات ہے میاں الو آج بہت چھک رہے ہو۔

چھک نہیں رہا ہوں، مجھے ہنسی آرہی ہے۔

الّو نے گدھ کی طرف رخ کر کے کہا۔

ہنسی آرہی ہے؟ کس بات پر ہنسی آرہی ہے، گدھ نے پوچھا۔

بھیا گدھ! ہنسی اس بات پر آرہی ہے کہ مجھے رات میں جاگنے پر لوگ الّو کہتے ہیں۔ آج کل لوگ دیر رات تک جاگنے لگے ہیں تو اب تم ہی بتاؤ کہ میں انھیں کیا کہوں؟

الّو میاں! تم بھی نرے الّو ہی رہے۔ لوگوں نے تمہارا جو یہ نام رکھا ہے تو سوچ سمجھ کر ہی رکھا ہوگا۔ گدھ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ وہ کچھ دیر تک خاموشی سے اُس کا منہ دیکھتا رہا۔ پھر اس نے نادان پرندے کو سمجھانے کے انداز میں کہا:

تم اور ہم ٹھہرے کم عقل، نادان۔ انسان، مالک کی سب سے زیادہ عقل مند مخلوق ہے۔ انسانی ترقی کی ذمہ داری کا بوجھ اُس کے کندھوں پر ہے۔ اس لیے وہ راتوں کو جاگ جاگ کر علم کے سمندر کھنگالتا رہتا ہوگا، نئی نئی چیزیں دریافت

کرنے اور ایجاد کرنے کی فکر کرتا ہوگا۔

اُلو کو گدھ کی بات پر بے ساختہ ہنسی آ گئی۔

اس بے وقوفی پر تو جی چاہتا ہے کہ تمھیں میں اپنا نام دے دوں۔الو نے گدھ کے قریب والی ڈالی پر سرکتے ہوئے کہا۔

میاں الو! گدھ نے ناراض ہوتے ہوئے کہا۔اپنا نام بھی اپنے پاس رکھو اور اپنی عقل بھی۔

ارے گدھ بھائی۔تم تو ناراض ہوگئے۔ انسان کے بارے میں تمھارا جو خیال ہے وہ بالکل غلط ہے۔

وہ کیسے؟

وہ ایسے... الو نے گدھ کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا۔کہ انسان کے ہاتھ سے اب کتاب نکل چکی ہے۔اب اُس کے ہاتھ میں تمھیں صبح وشام موبائیل فون نظر آئے گا۔ اب اسے علم کا سمندر کھنگالنے کی فکر ہے نہ کوئی نئی چیز ایجاد کرنے کا خیال۔اب اُس کی راتیں اور اس کے خوابوں کی تعبیریں موبائیل فون کی خوشنما تصویروں میں گم ہو چکی ہیں۔

خیر چھوڑو ان باتوں کو۔یہ بتاؤ کہ تم کس حال میں ہو؟

آہ! کس طرح تمھیں اپنا درد بتاؤں۔ مایوسی کے دائروں کے درمیان سے گدھ کی آواز اُبھری۔

ایسی کیا پریشانی لاحق ہے تمھیں؟

پریشانی؟ پریشانی تو اتنی بڑھ گئی ہے کہ جینے کے لالے ہو چکے ہیں۔

گدھ نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے کہا۔

مجھے بھی تو معلوم ہو کیا بات ہے؟

بات یہ ہے... گدھ نے ذرا اونچی آواز میں جواب دیا۔تم جس انسان کو دانا کہہ رہے ہو اس کی نادانی ہماری جان کی دشمن ہو چکی ہے۔

حضرتِ انسان کی نادانی۔اور تمھاری جان کی دشمن، وہ کیسے؟ الو نے حیرت سے پوچھا۔

ارے اُس نے تو ہماری نسلیں تباہ کردی ہیں۔نسلیں!!

اچھا۔اب میں سمجھا ماحول میں گدھ کیوں دکھائی نہیں دے رہے ہیں۔الو بات سمجھتے ہوئے بولا۔

ہم آسمان میں اڑتے ہوئے بلندی سے زمین پر مردہ جانوروں کی سڑی گلی لاشیں دیکھتے ہیں۔گدھ نے اپنا مقدمہ الو کی عدالت میں پیش کرتے ہوئے کہا۔اُن بدبودار لاشوں کے گلے سڑے گوشت کا صفایا کر کے ہم ماحول کو آلودہ ہونے سے بچاتے ہیں، بدبو اور سڑانڈ سے بچاتے ہیں۔تم ہی فیصلہ کرو کہ مردہ جانوروں کی لاشوں کے سڑنے سے ماحول آلودہ ہوگا کہ نہیں۔؟ مالک نے ہماری نسلوں کو زمین پر پھیلایا ہی اس لیے کہ ہم ماحول کو آلودہ ہونے سے بچائیں۔

تمہاری شکایت بالکل درست ہے۔

انسان کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ تمھیں موت کے گھاٹ اترنے سے بچائے۔ تمہاری نسلوں کی پرورش اور نشوونما پر خاص دھیان دے۔ ورنہ یہ بے پناہ گندگی اور بدبو سے بھر جائے گی۔

گدھ حیرت بھری نگاہوں سے الو کی طرف دیکھنے لگا۔ اُس کی سمجھ میں یہ نہیں آ رہا تھا کہ ایسی عقل مندی کی باتیں کرنے والے پرندے کا نام الو کیسے پڑ گیا۔

■

**Mateen Achalpuri**
Opp. Masjid Akbari Chowk
Biyabani
Achalpur - 444806 (Maharashtra)

رحیم رضا

# کھوکھلا مینار

**رضوان** بارہویں جماعت کا طالب علم تھا۔ جب کہ اس سے چھوٹا بھائی آٹھویں میں اور سب سے چھوٹی بہن پانچویں میں پڑھ رہی تھی۔ رضوان کے والد پاور لوم میں مزدوری کرتے تھے۔ والدین صوم وصلاۃ کے پابند تھے اس لیے بچے بھی مسجد و مدرسہ پابندی سے جاتے تھے۔ آمدنی قلیل تھی۔ لہٰذا ان کی والدہ بھی گھر میں سلائی کڑھائی کیا کرتی تھی۔ اس طرح زندگی کی گاڑی چل رہی تھی۔

رضوان کو بچپن ہی سے مطالعہ کا بے حد شوق تھا وہ اسکول سے گھر آ کر ہوم ورک وغیرہ کرنے کے بعد روزانہ لائبریری جاتا تھا جہاں اسے اپنی پسند کی کتابیں اخبارات و رسائل بہ آسانی مل جاتے تھے۔ وہ درسی کتابوں کے ساتھ ساتھ دیگر رسالے بھی بڑے ذوق وشوق سے پڑھتا، کتابوں میں قلم کاروں کے کوائف اور ان کے حالاتِ زندگی پڑھ کر اس کے دل میں ان کے متعلق مزید جاننے کی خواہش پیدا ہوتی جو ایمانداری اور حب الوطنی جیسے پاکیزہ اقدار کو پروان چڑھانے والی نظمیں اور سبق آموز کہانیاں لکھتے۔ اس کے دل میں تجسس پیدا ہوتا کہ کاش وہ بھی ان کے اپنے قلم کے ذریعے قوم وملت کے نونہالوں کے اخلاق و کردار سنوارنے والا قلم کار بن سکے۔

اساتذہ بھی اس کے مطالعہ کے ذوق سے بخوبی واقف تھے اس لیے اسے اچھی اچھی کتابیں اور رسالے مہیا کراتے۔ رفتہ رفتہ وہ ادبی محفلوں میں بھی شریک ہونے لگا۔ اسکول میں ہونے والے تحریری و تقریری مقابلوں میں وہ ہمیشہ نمایاں کامیابی حاصل کرتا رہا۔ وہ کئی ٹرافیاں اور سرٹیفکٹ اپنے نام کر چکا تھا۔ رفتہ رفتہ کالج کے علاوہ شہر میں ہونے والی ادبی محفلوں میں شریک ہونے والے قلم کاروں اور ادبی شخصیات سے وہ نہ صرف ملتا بلکہ ان کے انٹرویو بھی لیتا رہا اور اپنی معلومات میں اضافہ کرتا رہا۔

وقت پَر لگا کر اڑتا رہا ایسے ہی قلم کاروں میں اس کے ذہن و دل پر ابنِ راقم صاحب کا نام جیسے نقش ہو گیا تھا۔ وہ ان کی تحریروں سے اتنا متاثر تھا کہ جہاں کہیں ان کی کوئی کتاب یا تخلیق شائع ہوتی جب تک اسے حاصل نہ کر لیتا اسے چین نہ آتا۔ اس کی دیرینہ خواہش تھی کہ کبھی ابنِ راقم صاحب سے روبرو ملاقات ہو اور وہ ان کا بھی انٹرویو لے سکے۔ ان کی تحریروں سے ان کی ایک پروقار شخصیت کا تصور اور عظمت اس کے دل و دماغ میں بس گئی تھی۔ ان سے وہ خط و کتابت کے ساتھ ساتھ فون پر بھی بات کر چکا تھا۔ ہاں ملاقات کی تمنا پوری نہیں ہو سکی تھی۔

دیوالی کی تعطیلات تھیں۔ وہ پڑھائی کی وجہ سے کہیں جانا

نہیں چاہتا تھا لیکن جب اسے اپنے ماموں جان سے پتہ چلا کہ آئندہ ہفتہ کسی ادبی تقریب میں ابنِ راقم صاحب بھی آنے والے ہیں تو رضوان ننھیال جانے کے لیے بے تاب ہوگیا۔ وہ دو دن بعد ماموں جان کے گھر پہنچ گیا۔ وہاں سبھی لوگ اور رضوان کے ہم عمر دوست احباب بھی رضوان کی ابن راقم اسے عقیدت ومحبت سے واقف تھے اب ان کے بارے میں باتیں کرتے کرتے چار دن گزر گئے اور تقریب کا دن بھی آپہنچا۔

صبح سے ہی رضوان منتظمین کے رابطہ میں تھا۔ مہمان کب آئیں گے؟ کہاں ٹھہریں گے؟ وغیرہ سب معلومات کر چکا تھا۔ دوپہر تک وہ مہمانوں کی آرام گاہ کے تین چکر لگا چکا تھا۔ ابن راقم صاحب کسی ادبی محفل میں شرکت کے بعد شام تک وہاں پہنچنے والے تھے وہ دل ہی دل میں منصوبے بناتا رہا۔ ابن راقم صاحب اس سے مل کر یقیناً خوش ہوں گے۔ وہ یہ سوال کرے گا وہ یوں جواب دیں گے۔ پھر میں یہ پوچھوں گا وغیرہ وغیرہ۔ تقریب سے دو گھنٹے پہلے ہی وہ جلسہ گاہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ اس نے ماموں جان کو بھی اطلاع نہیں دی اور چوراہے سے قریب ایک ہوٹل کے پاس بھیڑ دیکھ کر رک گیا۔ وہاں سے گزرتی ہوئی ایک کار سے ہوٹل میں کام کرنے والا لڑکا ٹکرا گیا تھا۔ قریب پہنچ کر اس نے دیکھا وہ پیر تھامے بری طرح کراہ رہا تھا۔ آس پاس کے لوگ دوڑ پڑے، ڈرائیور بھی تیزی سے اترا۔ اسٹریٹ لائٹ کی ملگجی روشنی میں اس نے دیکھا سفاری سوٹ پہنے ایک شخص آنکھوں پر چشمہ لگائے بیٹھا تھا۔ اس نے کار کا شیشہ اٹھانا بھی گوارا نہ کیا۔ لوگوں کی بھیڑ میں رضوان کو کچھ نظر نہیں آیا۔ ہاں اس نے اتنا ضرور سنا ”ہمارے ڈرائیور کی کوئی غلطی نہیں پھر بھی یہ پیسے لو اور معاملہ رفع دفع کرو۔“

ایک آواز ابھری: صاحب! نہیں چاہیے تمھارے پیسے گاڑی چلی جا رہی تھی۔ بڑا گھمنڈی معلوم ہوتا ہے۔ انسانیت بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ پیسے دکھا رہا تھا۔ زخمی کا حال تو پوچھتا۔ کار میں بیٹھنے سے لوگوں کو روندنے کا حق مل جاتا ہے کیا؟ اتنی دیر میں گاڑی جا چکی تھی لوگوں نے لڑکے کو رکشہ میں ڈال کر اسپتال روانہ کر دیا۔ رضوان کو کافی جھنجھلاہٹ ہوئی اگر ابنِ راقم صاحب سے ملنا نہ ہوتا تو وہ فوراً واپس گھر لوٹ جاتا۔

جلسہ گاہ پہنچا تو دیکھا مہمانوں کا استقبال شروع ہو چکا تھا۔ ہال میں سامعین سے بھرنے لگا تھا۔ اسٹیج پر نظر پڑی تو وہ حیران رہ گیا۔ سفاری سوٹ پہنے ہوئے ایک شخص بیٹھا تھا۔ وہی تو نہیں جو کار میں تھا؟ شاید وہی ہے کتنا بے مروت ہے تبھی ناظم جلسہ کی آواز گونجی ”حضرات! ہم آپ بہت خوش نصیب ہیں کہ معروف قلم کار اور کئی کتابوں کے مصنف ابنِ راقم صاحب ہماری دعوت پر آج اس محفل میں شریک ہیں۔ میں ادارے کے صدر ستار صاحب سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ ابن راقم صاحب کی خدمت میں گل ہائے عقیدت پیش کریں اور آپ زوردار تالیوں سے ان کا استقبال کریں۔“ وہی شخص اپنی نشست سے اسٹیج کی طرف آتا دکھائی دیا۔ یا اللہ!

رضوان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ ارے! یہ تو وہی بے رحم شخص ہے جو حادثہ ہونے پر بھی کار سے اترا تک نہیں، وہ بے چین ہوگیا۔ قریب تھا کہ رضوان کے منہ سے چیخ نکل جاتی، اس کے دل میں ابنِ راقم صاحب کی عظمت کا مینارہ ریزہ ریزہ ہونے لگا تھا۔ اس سے پہلے کہ ان کے استقبال میں تالیاں بجتیں رضوان جلسہ گاہ سے باہر آ چکا تھا۔

■

**Raheem Raza**
Kamil Khan Habib Khan
Near Sudarshan Talkies
AT.P: Yawal - 425301
Distt.: Jalgaon (Maharashtra)

# شرارت سے ذہانت تک

شارق اعجاز عباسی

**شارق اعجاز عباسی بچوں کے لیے کہانیاں اور نظمیں لکھتے ہیں۔ ان کی تخلیقات ملک و بیرون ملک کے اخبارات و رسائل میں شائع ہوتی رہی ہیں۔ کئی ادبی اداروں نے ان کی خدمات کے اعتراف میں انہیں اعزازات سے نوازا ہے۔ بچوں کی کہانیاں اور نظموں کے مجموعے زیر طبع ہیں۔ کئی ادبی اداروں سے ان کی سرگرم وابستگی ہے۔**

**ریان** ابھی 7 سال کا ہی تھا کہ وسیم نے اسکول سے آنے کے بعد درسِ قرآن کے لیے حافظ صاحب کا انتظام کر دیا۔ اس کی امّی اس بات سے بہت خوش ہوئیں کہ ایک طرف تو وہ قرآن پڑھ لے گا اور دوسری طرف انھیں بھی کچھ دیر سُستانے کا موقع مل جائے گا۔ ریان بلا کا شرارتی تھا اور جتنی دیر وہ گھر میں رہتا ماں اس کے پیچھے بھاگتی رہتی۔ اس دن کھانا کھاتے وقت جب زینت نے اسے بتایا کہ ''آج سے حافظ جی آپ کو پڑھانے آئیں گے'' تو ریان کھانا چھوڑ کر کھڑا ہو گیا، ''نہیں، ممّی ہم نہیں پڑھیں گے!''

''کیوں؟'' ماں نے پوچھا:

''اس وقت تو کارٹون نیٹورک آتا ہے'' ماں نے کافی بہلایا پھسلایا اتنے میں بیل بج اٹھی۔ زینت نے جا کر دروازہ کھولا اور ریان سے کہا ''ریان اِدھر آؤ! دیکھو کون آیا ہے؟''

ریان بے ساختہ اُدھر بڑھا ہی تھا کہ دیکھا ایک لمبی سی داڑھی والا شخص کُرتا پاجامہ ٹوپی پہنے دروازے پر کھڑا ہے۔ وہ الٹے پاؤں لوٹ کر بیڈ روم میں گھس گیا۔ زینت نے حافظ صاحب کو اندر بلایا پانی لا کر دیا اور یہ کہہ کر چلی گئی ''میں ابھی بھیجتی ہوں، آپ تشریف رکھیں۔''

بڑی منتوں کے بعد حضرت باہر تشریف لائے۔ حافظ صاحب سمجھ گئے کہ کھیل آسان نہیں، پہلے دن صرف اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے ان سے دوستی کرنے کی کوشش کی مگر وہ منہ پھلائے سنتا رہا لیکن جب انھوں کہا کہ ''آج ہم پڑھیں گے نہیں!'' تب کہیں جا کر اس کی جان میں جان آئی۔ اسی درمیان زینت چائے وائے لے کر آ گئیں۔ مولانا صاحب چائے پینے میں مصروف ہو گئے اور ریان رفو چکّر۔

اگلے دن جب حافظ صاحب آئے تو ریان نے دروازے پر جا کر دیکھا اور واپس آ کر واش روم میں گھس گیا۔ بے چارے مولانا انتظار کرتے رہے کافی دیر تک جب وہ نہیں لوٹا تو انھوں نے دوبارہ بیل بجائی زینت نے دروازہ کھولتے ہوئے پوچھا ''آج کچھ تاخیر ہو گئی حافظ صاحب'' اس پر مولانا بولے ''جی نہیں! ہم تو آدھا گھنٹے سے باہر کھڑے ہیں۔ ریان بیٹا دیکھ کر گئے تھے ہم نے سوچا آ جائیں گے۔''

''اُف!!'' آپ بیٹھیں" کہہ کر اندر گئی اور واش روم کا دروازہ زور سے کھٹکھٹایا اور تحکمانہ لہجے میں باہر آنے کو کہا۔ باہر نکل کر آپ فرمانے لگے ''ممّی بڑی زور سے لگ رہا تھا۔''

''جائیے!!''

مولانا دیکھ کر مسکرائے اور پیار سے کہا'' آیئے پڑھائی کل سے شروع کریں گے'' اتنا سننا تھا کہ وہ فوراً اندر جا کر ٹی وی میں جٹ گئے۔ زینت اپنے بچّے کی شرارتوں سے خوب واقف تھی اس لیے وہ حافظ صاحب کی خاطر مدارات میں کوئی کسر نہ رکھتی تھی۔

وہ ان کی دلچسپی بنائے رکھنے کے لیے چائے کے ساتھ نمکین، بسکٹ، مٹھائی، پھل وغیرہ ان کے سامنے رکھ دیتی تھی۔

تیسرے دن سے درس شروع ہو گیا۔ حافظ جی سبق یاد کرنے کی ہدایت دے گئے۔ اگلے دن ریان نے ممّی کو پہلے ہی الٹی میٹم(Ultimatum) دے دیا کہ ''میں آج نہیں پڑھوں گا!!'' بہت پوچھنے پر معلوم ہوا سبق یاد نہیں۔

''کوئی بات نہیں، میں بات کرلوں گی''

آج بھی کل ہی کا سبق پڑھایا گیا اور مولانا چائے نمکین بمشکل تمام نپٹا کر رخصت ہوئے۔

کچھ دنوں یہ سلسلہ یوں ہی چلا اور مولانا کو روز کسی نہ کسی نئی شرارت کے لیے تیار رہنا پڑتا۔ جس دن بھی دروازہ کھولنے کا موقع ریان کو مل جاتا مولانا کو کافی دیر انتظار کرنا پڑتا۔ وہ اکثر مولانا کی نظر بچاتے ہی کبھی ان کی عینک، کبھی قلم، تو کبھی سپارہ ہی چھپا دیا کرتا اور تلاش۔تلاش میں ہی وقت گزر جاتا۔

حالانکہ ذہین ریان کو سبق پڑھتے پڑھتے ہی یاد ہو جاتا تھا اور حافظ جی بھی اس بات سے واقف تھے مگر اپنی مستی و شرارت سے وہ ان کے صبر کا امتحان لیا کرتا تھا۔ ایسے ہی ایک بار جب دو دن تک اس نے یہی بہانا بنایا تو حافظ جی غصہ سے آگ بگولہ ہو گئے اور کہا، ''یاد رکھیے ریان! بہت ہو گئی آپ کی بہانے بازی کل ہم قمچی (چھڑی) لے کر آئیں گے اور سبق یاد نہ ہوا تو کھال اُدھیڑ دیں گے'' ریان نے سر جھکا کر مسکراتے ہوئے کہا، ''جی!'' ریان نے چیلنج قبول کیا اور اگلے دن جب حافظ صاحب تشریف لائے اور جیسے ہی صوفے پر بیٹھے اچھل کر اٹھ کھڑے ہو گئے اور ریان ہنستا ہوا ''امّی، امّی!!'' کرتا اندر چلا گیا۔ زینت دوڑی دوڑی آئیں ''کیا ہوا؟ کیا ہوا حافظ صاحب؟'' ''جی جی کچھ نہیں بھابھی'' ''ہمیں کچھ کام ہے کل آجائیں گے؟'' ان کے جانے کے بعد جب زینت نے صوفہ جھاڑا تو اس میں سے ایک پن برآمد ہوئی۔ پھر کیا تھا ریان کو خوب ڈانٹ پڑی اور ماں نے اسے اس کے خطرے سے بھی آگاہ کیا کہ ایسی شرارت سے کسی کی جان بھی جا سکتی ہے۔ اگلے دن ریان سے جبراً معافی منگوائی گئی اور تعلقات بحال ہو گئے۔

مولانا بڑے سادہ مزاج تھے ان کی کوشش رہتی کہ استاد۔شاگرد کا معاملہ آپس میں ہی نپٹ جائے، والدین کو درمیان میں نہ لایا جائے۔ ریان ان کی اس کمزوری کا بھرپور فائدہ اٹھاتا۔ حالانکہ اب بے تکلّفی بڑھنے سے وہ کئی بار اس کا کان مروڑ دیتے تو وہ فوراً شکایت دادی سے لگا دیتا اور مولانا کو ڈانٹ کھانی پڑ جاتی۔ جس میں اسے بہت مزہ آتا۔ اس سب کے باوجود بھی دو باتوں سے مولانا بہت مطمئن تھے۔ ایک تو ریان کی ذہانت اور دوسرے زینت کی مہمان نوازی۔ بلکہ ایک دن تو انھیں مجبوراً کہنا پڑا، ''بھابی جان! آپ بہت تکلّف کر دیتی ہیں، ہم دوپہر کا کھانا کھا کر آتے ہیں اور سب کچھ ختم کرنے میں بہت مشکل ہو جاتی ہے!'' زینت ان کی اس سادگی پر دل میں ہی مسکرا دی۔ وہ اکثر نوٹ کرتی تھی کہ حافظ صاحب ایک ایک بسکٹ اور نمکین کا ایک ایک دانہ بڑی

مستعدی سے نپٹاتے۔ ہر برتن بالکل صاف ستھرا نظر آتا تھا۔

اسی دوران ایک مرتبہ ہفتہ کو ریان کے دوستوں نے اسکول کے بعد کرکٹ میچ رکھ لیا اور بیٹ کی ذمّہ داری ریان کی تھی۔ اب حافظ صاحب سے کیسے چھٹکارا پایا جائے؟ یہ ایک بڑا سوال تھا۔ امین، جو کافی بردبار قسم کا بچہ تھا، نے مشورہ دیا ''ہم سب حافظ جی کو نیچے ہی مل کر ساری بات بتا دیں گے اور ان سے التجا کرکے منا لیں گے'' کھانا کھا کر سبھی بچے کمپاؤنڈ میں جمع ہو کر ان کا انتظار کرنے لگے جیسے ہی حافظ صاحب نظر آئے سبھی بچوں نے انھیں گھیر لیا ''ارے بھئی کیا ماجرا ہے؟'' ''تبھی امی نے آگے بڑھ کر سب کی پریشانی سے انھیں آگاہ کیا۔ حافظ صاحب اس شرط پر راضی ہوئے کہ اگلے دن آدھا گھنٹہ زیادہ پڑھنا پڑے گا۔ حالات کے مدِّ نظر یہ کوئی مشکل شرط نہ تھی چنانچہ سب راضی ہو گئے۔ حافظ صاحب بے چارے تھوڑی دیر میچ دیکھ کر وہیں سے واپس ہو گئے۔ اس دن سے ان کی دوستی گہری ہو گئی اور اب ریان ان سے بڑی عزّت سے پیش آتا اور انھیں پریشان بھی نہ کرتا تھا۔

خدا خدا کر کے ریان کا قرآن مکمل ہو گیا۔

وسیم دیسی گھی کی برفی کا بڑا مٹھائی کا ڈبّہ اور حافظ صاحب کا جوڑا لے آئے اور شکریہ ادا کرتے ہوئے حافظ صاحب سے کہا کہ وہ ریان کو مزید دینی تعلیم اور اردو بھی پڑھا دیں۔ جاتے جاتے مولانا بولے'' کچھ بھی کہ کہیے وسیم صاحب، ریان کتنے بھی شرارتی ہوں مگر اتنے ہی ذہین بھی ہیں، میرے تمام شاگردوں میں سب سے اچھا اور جلدی قرآن مکمل کیا ہے۔''

■

**Shariq Aijaz Abbasi**
265, Ghalib Apartment
Parwan Road, Pitampura
Delhi - 110034

## Subscription Form "Bachon Ki Duniya"

## سالانہ خریداری فارم

میں 'بچوں کی دنیا' کا رکن سالانہ خریدار بننا چاہتا/ چاہتی ہوں۔

100 روپے کا ڈرافٹ/ منی آرڈر................ بتاریخ................................

بنام National Council for Promotion of Urdu Language منسلک ہے۔

میں نے زرِ تعاون سالانہ -/100 روپے A/C: 90092010045326، IFSC: SYNB0009009

میں جمع کروا دیا ہے۔

آپ 'بچوں کی دنیا' ایک سال کے لیے اس پتے پر بھجوائیں:

نام : ..............................................................................

پتہ : ..............................................................................

..............................................................................

..............................................................................

اس فارم کو درج ذیل پتے پر بھیج دیں:

Sales Department: NCPUL, West Block 8, Wing7, RK Puram, New Delhi - 110066

فون: 011-26109746 فیکس: 011-26108159, E-mail.:sales@ncpul.in

دستخط

کہانی

# ایلین چاچا

محمد عادل

انجینئر محمد عادل کا تعلق علی گڑھ سے ہے۔ انھوں نے اپنی تعلیم علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے مکمل کی ہے۔ ہندوستان کے مختلف رسائل و اخبارات میں ان کے سائنسی مضامین اور کہانیاں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ بچوں کے لیے بھی اخلاقی اور تربیتی کہانیاں، افسانے اور نظمیں لکھتے ہیں۔ 'اردو غزل میں سائنس کی ترجمانی' کے عنوان سے ان کی ایک کتاب زیر طبع ہے۔

**یہ تو** کسی کو معلوم نہیں تھا کہ ان کا اصلی نام کیا تھا۔لیکن وہ سارے گاؤں میں 'ایلین چاچا' کے نام سے مشہور تھے۔ گاؤں کے بزرگوں کے مطابق تقریباً ساٹھ برس پہلے جب قریب کے جنگل میں اچانک آسمان سے زمین پر تیز روشنی اتری تھی اور جنگل میں بھیانک آگ لگ گئی تھی لوگوں کا خیال تھا کہ آسمان سے ایک اڑن طشتری اتری تھی جس میں سے کسی نے ایک بچے کو پھینک دیا تھا۔ یہ بچہ کوئی اور نہیں ایلین چاچا ہی تھے۔ صبح کو جب ماسٹر جیون لال ادھر سے اپنے اسکول کے لیے گذرے تو انھوں نے جنگل کی جھاڑیوں میں ایک بچے کو روتا ہوا دیکھا۔ وہ اس کو اپنے گھر لے آئے اور گاؤں میں خبر پھیل گئی کہ جیون لال کو ایک بچہ ملا ہے لیکن کوئی اس کو اپنانے کے لیے آگے نہیں آیا۔ بچے کی رنگت کالی تھی آنکھیں نیلی تھیں اور رات والے حادثے کے بعد سب کو یقین ہو گیا تھا کہ یہ بچہ

اس دنیا کا نہیں بلکہ آسمان سے آئی ہوئی کوئی انوکھی مخلوق ہے۔اس لیے سب اس سے ڈر کر دور کھڑے رہے۔چونکہ ماسٹر صاحب بے اولاد تھے اس لیے انھوں نے اس بچے کی پرورش کی ذمے داری خود ہی قبول کر لی اور کہا یہ انسان کا بچہ ہے کوئی ایلین نہیں ہے۔آج سے یہ میرا بیٹا ہے۔ماسٹر صاحب کے منہ سے 'ایلین' کیا نکلا کہ گاؤں کے لوگوں نے اس کا نام کرن کردیا اور اس کو ایلین کہنے لگے۔ماسٹر صاحب نے اس بچے کو خوب پڑھایا لکھایا۔اور اس کے بعد وہ بڑا ہو کر بہت بڑا افسر بنا۔اب ماسٹر صاحب تو نہیں رہے تھے لیکن ان کا بیٹا یعنی 'ایلین چاچا' گاؤں میں ہی اپنا مکان بنا کر رہ رہے تھے۔وہ بچوں سے بہت پیار کرتے تھے۔بچے بھی اپنے سوالات کا پٹارا لے کر ہر وقت ان کو گھیرے رہتے تھے۔لوگوں کا کہنا تھا کہ جن سوالوں کا جواب گاؤں میں کسی کے پاس نہیں ہوتا تھا ان کا جواب صرف 'ایلین چاچا' ہی دے سکتے تھے۔وہ بھی بچوں میں گھل مل جاتے، بچے ان کے گھر کے آنگن میں ڈیرا جمائے رہتے۔ایسا لگتا کہ وہ بھی ان کے ساتھ اپنے بچپن میں لوٹ آئے ہیں۔ایلین چاچا بچوں کو طرح طرح کی کہانیاں سنایا کرتے تھے۔ان کا انداز بیان بہت دلچسپ تھا۔ان کو مختلف علوم میں مہارت تھی۔

اتوار کا دن تھا اور آج بھی بچے ایلین چاچا سے ملنے کے لیے آنے والے تھے۔وہ اپنی آرام کرسی پر بیٹھے آنکھیں بند کیے ہوئے نہ جانے کیا سوچ رہے تھے۔اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔باہر کوئی پکار رہا تھا۔

ایلین چاچا... ایلین چاچا...

کیا ہم اندر آسکتے ہیں؟

آجاؤ بچو! آجاؤ۔چاچا نے بڑے تپاک سے کہا! جیسے وہ انھیں کا انتظار کر رہے ہوں۔

بچّے اندر داخل ہوئے چاچا کے برابر میں پڑے ہوئے بیڈ پر بیٹھ گئے۔

چاچا نے گہری سانس لی اور کہا!!!... اچھا بچو! آج کون سا سوال لائے ہو؟

چاچا آپ تو ایلین ہیں پنکی نے کہا!!۔معاف کیجیے گا میرا مطلب کچھ اور تھا...

پوچھو پوچھو کیا بات ہے؟

چاچا آپ تو آسمان سے آئے ہیں اس لیے آپ سب جانتے ہیں۔

ہمارا سوال یہ ہے کہ یہ سورج گرہن کیا ہوتا ہے اور کیوں لگتا ہے؟

چاچا نے مسکراتے ہوئے کہا!

پنکی یہ جو تم نے کہا کہ میں آسمان سے آیا ہوں اور سب جانتا ہوں۔ایسا کچھ نہیں ہے۔میں نے جو کچھ بھی علم حاصل کیا ہے، وہ اس دنیا میں آکر ہی حاصل کیا ہے۔تم سب بھی اگر دل لگا کر کتابیں پڑھو تو گیانی پنڈت بن سکتے ہو۔

اچھا چاچا! آپ ہمیں سورج گرہن کے بارے میں بتائیے۔

راجو نے بیچ میں بات کاٹتے ہوئے کہا۔

بتاتا ہوں، سب سے پہلے یہ بتاؤ کہ تم نے سورج گرہن کے بارے میں کہاں سنا ہے؟

اور کیا کیا جانتے ہو؟

چاچا کل ہماری کلاس میں ماسٹر صاحب بتا رہے تھے سورج گرہن کے بارے میں... مینا بولی۔

اچھا مینا! کیا بتا رہے تھے چاچا نے سوال کیا؟

وہ کہہ رہے تھے۔اگلے منگلوار کو سورج گرہن لگنے والا

ہے۔اس لیے سب گھر میں رہیں اور آسمان کی طرف بالکل نہ دیکھیں۔

پنکی بولی ! پنڈت جی نے بھی بتایا تھا کہ سورج گرہن کے سمے پوجاپاٹ کرنا چاہیے۔

راجو بولا! مسجد میں امام صاحب بتا رہے تھے کہ سورج گرہن کے وقت اللہ کی عبادت کرنا چاہیے تا کہ سب لوگ پریشانیوں سے محفوظ رہ سکیں۔

چاچا بچوں کی باتیں بڑے غور سے سن رہے تھے۔جب سب بچے چپ ہو گئے تو چاچا نے اپنی بات شروع کی۔

بچو!! سورج گرہن لگنا ایک سائنسی اور قدرتی عمل ہے۔ جب سے دنیا میں انسان نے قدم رکھا ہے وہ ایسے حیرت انگیز واقعات دیکھتا آرہا ہے...

بچو! جب تم رات کے وقت آسمان کی طرف دیکھتے تو تم کو کیا دکھائی دیتا ہے؟

پرکاش جو بہت دیر سے خاموش تھا بولا:

چاچا! کالے آسمان میں جھلملاتے ہوئے تارے اور چندا ماما کے علاوہ بھلا اور کیا دکھائی دے گا۔

بہت خوب پرکاش!!!... چاچا نے پرکاش کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

بچو! کیا آپ جانتے ہو آسمان پر ہی نہیں ہمارے پورے برہمانڈ یعنی 'یونیورس' میں اَن گنت تارے ہیں۔ جو ہم سے لاکھوں پرکاش ورش کی دوری پر ہیں۔ یہ سورج جس کی روشنی تم دیکھتے ہو یہ بھی ایک تارا ہی ہے۔اور ہماری دھرتی اس کے چاروں طرف چکر لگاتی ہے۔

چاچا! یہ پرکاش ورش کیا ہے؟... پنکی نے پوچھا۔

پرکاش ورش یعنی 'نوری سال' جس کو انگریزی میں لائٹ ایر (Light year) کہتے ہیں دراصل دوری ناپنے کی اکائی ہے۔

دوری ناپنے کی اکائی؟ راجو نے بڑی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے چاچا سے سوال کیا۔

چاچا نے ایک لمبی سانس لی اور پھر مسکراتے ہوئے بولے اچھا بچو!

یہ بتاؤ کہ تمھارا اسکول کتنی دوری پر ہے... اور تم کو اپنے اسکول تک جانے میں کتنا وقت لگتا ہے؟

پنکی بولی! چاچا میں آپ کو بتاتی ہوں۔ ہمارا اسکول ہمارے گھر سے لگ بھگ ایک کلومیٹر دور ہے اور ہم کو اسکول پہنچنے میں آدھا گھنٹہ لگتا ہے۔

چاچا پھر بولے! پنکی جب تم اسکول پیدل جاتی ہو گھر سے اسکول تک پہنچنے میں تم کو آدھا گھنٹا لگتا ہے۔ اگر تم موٹر سائیکل سے اسکول جاؤ گی تو تم کو کتنا وقت لگے گا؟

تب تو چاچا... میں 15 منٹ میں ہی اسکول پہنچ جاؤں گی۔

چاچا مسکرائے اور کہا!... بس یہی بات ہے جتنا تیز سادھن ہوگا، اتنی تیز ہم اپنی منزل پر پہنچ سکتے ہیں۔ بسوں اور ٹرینوں کے ذریعے اگر دور دراز کے شہروں تک جانے میں کئی دن لگتے ہیں تو اگر ہم یہی سفر ہوائی جہاز کے ذریعہ کریں تو کچھ گھنٹوں میں ہی طے کرلیں گے۔ اسی طرح اگر ہماری رفتار پرکاش کی رفتار کے برابر ہو جائے تو ہم اپنی دھرتی کے ایک سیکنڈ میں لگ بھگ سات چکر لگا سکتے ہیں۔

کیا بات کر رہے ہیں چاچا!!! راجو نے کہا۔ پرکاش تو بہت سست ہے یہ تو دوڑ بھی نہیں پاتا ہے۔

چاچا: راجو میں اس پرکاش کی بات نہیں روشنی یعنی لائٹ کی بات کر رہا ہوں۔

جو ایک سیکنڈ میں 1,86,000 کلو میٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے سفر کرتی ہے۔

چاچا ابھی بات کر ہی رہے تھے کہ دروازے پر پھر دستک ہوئی۔

کون ہے دروازے پر؟

چاچا میں ہوں جیوتی، کیا میں اندر آسکتی ہوں؟

آجاؤ جیوتی۔

چاچا معافی چاہتی ہوں... میں تھوڑی دیر سے آئی۔

کوئی بات نہیں جیوتی چاچا نے کہا۔

چاچا نے ایک لمبی سانس لی اور پھر کچھ دیر رک کر بولے۔

اچھا بچو! تو ہم کہاں تھے؟

پنکی بولی! چاچا آپ ہم کو گرہن لگنے کے بارے میں بتا رہے تھے اور یہ بتا رہے تھے کہ سورج اور اس جیسے انگنت ستارے اور سیارے اس یونیورس میں گردش کر رہے ہیں جو ہم سے ہزاروں لاکھوں پرکاش ورش کی دوری پر ہیں۔

بہت خوب پنکی! چاچا نے پنکی کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

بچو!۔اب تم یہ سمجھ چکے ہو کہ یونیورس میں ہر چیز گھوم رہی ہے۔ہمارے نظام شمسی میں موجود سیارے لگاتار سورج کی گردش کر رہے ہیں۔ہماری زمین اپنے مدار پر گھومتے ہوئے سورج کے چکر لگاتی ہے۔اور ہمارے چندا ماما اپنے مدار پر گھومتے ہوئے زمین کے چکر لگاتے ہیں۔بس یہ سمجھ لو کہ سب اپنے مقرر راستے پر سفر کر رہے ہیں۔

یہ گہن بھی اسی سبب سے ہوتا ہے۔گہن لگتے وقت سورج، زمین اور چاند ایک سیدھی لائین میں آجاتے ہیں۔

راجو بولا! چاچا کیا یہ چاند، سورج اور زمین بھی ہماری طرح لائین میں لگ کر کوئی کھیل کھیلتے ہیں؟

بہت خوب راجو!!! بالکل یہ قدرت کا کھیل ہی تو ہے۔

جب تم بچے ایک سیدھی لائین میں کھڑے ہو جاتے ہو تو کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تمھارے پیچھے کھڑے ہوئے ساتھی سامنے سے دیکھنے پر دکھائی نہیں دیتے ہیں۔ٹھیک اسی طرح جب سورج، چاند، اور زمین ایک سیدھی لائین میں آتے ہیں تو چاند سورج کو چھپانے لگتا ہے۔سورج کی روشنی سیدھی زمین تک نہیں آپاتی۔بچو! اس وقت لگتا ہے سورج گہن۔

چاچا چاند گہن کب لگتا ہے جیوتی نے سوال کیا؟۔

بچو! کیا یہ بات تم سب کو معلوم ہے کہ چاند کی چمک اس کی نہیں ہوتی ہے وہ سورج کی روشنی سے چمکتا ہے۔اسی طرح جب سورج، زمین اور چاند ایک سیدھی لائین میں آجاتے ہیں تو چاند کو سورج سے چمک نہیں مل پاتی ہے اور زمین کا سایہ چاند پر پڑتا ہے۔اس وقت لگتا ہے چاند گرہن۔

اب سمجھ میں آگیا سب کو کہ چاند گہن اور سورج گہن کیا ہے؟

پنکی بولی! چاچا... کچھ نہیں یہ لکا چھپی کا کھیل ہے جس طرح ہم بچے کھیلتے ہیں اسی طرح سورج، زمین اور چاند بھی کھیلتے ہیں۔

راجو: آؤ ہم سب مل کر یہی کھیل کھیلتے ہیں۔اور بچے ہنستے مسکراتے ہوئے باہر کھیلنے چلے جاتے ہیں۔

چاچا پھر آرام کرسی پر آنکھیں بند کیے ہوئے اپنے خیالات کی دنیا میں گم ہو جاتے ہیں۔

■

**E.R. Mohd Adil**
Hilal House
H. No.: 4/114, jagjeevan Colony
Naglah Mallah Civil Lines
Aligarh - 202002 (UP)
Mob.: 9358856606

تنویر رضا برکاتی

# بے بسی کے آنسو

**سالم** اپنی والدہ کے پہلو میں ٹھٹھرا ہوا پڑا تھا۔ نیند اس پر غالب آچکی تھی۔ اس کی والدہ شمیم خاتون کے کراہنے کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ وہ چونک کر اٹھ بیٹھا۔ ماں درد سے کراہ رہی تھی۔ اس نے ماں کے ماتھے پر ہاتھ رکھا تو اسے محسوس ہوا اس کی ماں شدید بخار میں مبتلا ہے جس کی وجہ سے اس کے پورے بدن میں درد ہو رہا تھا، بدن کا ایک ایک حصہ جیسے ٹوٹ رہا ہو۔ سالم ہڑبڑاتے ہوئے گھبراہٹ میں ماں کے تکیے کے نیچے دوائیں تلاش کرنے لگا۔ تبھی اس کی ماں نے دھیمی مگر کراہتی ہوئی آواز میں کہا۔

''بیٹے دوائیں ختم ہوگئی ہیں، پریشان مت ہو۔'' ماں کا جملہ شفقت و ممتا کے جذبے سے لبریز تھا۔

ماں کی بات سننے کے بعد بھی سالم دوائیں تلاش کرتا رہا۔ کبھی الماری میں، کبھی دیوار پر لگی پٹلیوں پر، کبھی ماں کے تکیے اور بوسیدہ گدڑی کے نیچے۔ اسے پتہ تھا کہ دوائیں ختم ہو چکی ہیں لیکن پھر بھی وہ اس جستجو میں تھا کہ شاید کہیں ایک آدھ خوراک ہی مل جائے تو ماں کی بے چینی اور تکلیف کسی طرح کم ہو جائے۔ رات کے تین بج رہے تھے۔ اُسے اس بات کا احساس تھا کہ اتنی رات گئے کوئی ڈاکٹر نہیں ملے گا اور نہ اسپتال لے جانے کے لیے کوئی رکشہ یا تانگہ ہی دستیاب ہو پائے گا۔

عالمی وبائی مرض کوویڈ 19 کی وجہ سے پورا ملک لاک ڈاؤن کے مصائب سے گزر رہا ہے۔ اندر ہی اندر وہ گھٹن محسوس کر رہا تھا۔ اپنے آپ پر ملامت کر رہا تھا کہ اب اس مشکل گھڑی میں کس طرح ماں کا علاج ہو پائے گا۔ اس کا دماغ چکرا رہا تھا۔

اسی اثنا میں ماں کی آواز نے اُسے گہری سوچ سے باہر نکالا۔

''سالم بیٹا کہاں ہو! درد سہن نہیں ہوتا، ایسا کرو مجھے خاموش کر دو میرا گلہ دبا کر خاموش کر دو تاکہ میں تم کو پریشان نہ

کروں۔" ماں کا یہ درد بھرا جملہ سننا تھا کہ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ وہ اپنی آستین سے آنسو پوچھتے ہوئے سسکتی ہوئی آواز میں ماں کے ماتھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

"امی! تم ٹھیک ہو جاؤ گی، میں ڈاکٹر کو لے کر آتا ہوں، تھوڑا صبر سے کام لو۔" اس کے لہجے میں دِلاسا اور یقین دونوں کا احساس تھا۔ ماں نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کے سر پر ہاتھ پھیرا، پھر اپنی انگلیوں سے اس کے آنسو پوچھنے لگی اور دیر تک دعائیں دیتی رہی۔

"صدا خوش رہو۔ میرے لعل تمھیں کسی کی نظر نہ لگے۔ خدا تمہاری عمر لمبی کرے۔"

ماں کی دعائیں ملتے ہی سالم کی طبیعت میں ایک نیا جوش و جذبہ پیدا ہو گیا جیسے کئی دنوں کے بھوکے کو کھانا مل گیا ہو۔ جنم جنم کے پیاسے کی تشنگی دور ہو گئی ہو۔ وہ فوراً اٹھا ایک چھوٹی سی پتیلی میں ٹھنڈا پانی اور کاٹن کے کپڑوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے لے آیا۔ پھر ان ٹکڑوں کو گیلا کر کے اس نے ماں کے ماتھے پر رکھا اور ایک گیلے کپڑے سے وہ ماں کے ہاتھ پاؤں بھی پوچھتا رہا۔ دھیرے دھیرے اس پر نیند کا نشہ چڑھتا گیا۔ پتہ ہی نہیں لگا اسے کب نیند آ گئی۔

صبح ماں کی تلاوت کی آواز سے اس کی نیند کھل گئی۔ نیند سے بیدار ہو کر دیکھتا کیا ہے کہ دیوار سے ٹیک لگائے ماں سورہ یٰسین کی تلاوت کر رہی ہے۔ ماں کی دبیز اور بوسیدہ گدڑی اب سالم کے جسم پر تھی۔ تھوڑی دیر کو اسے لگا گویا مریض ماں نہیں بلکہ سالم ہو۔ اس منظر کو دیکھتے ہی وہ سوچنے لگا کہ ماں کتنی عظیم ہستی کا نام ہے۔ جو بیماری کی حالت میں بھی اپنے بچوں کا خیال رکھنا نہیں بھولتی اس منظر کو دیکھ کر اس کی آنکھیں بھر آئی۔ وہ بستر سے اٹھا اور جا کر ماں کی گود میں سر رکھ کر سسک سسک کر رونے لگا۔

دوپہر ہوتے ہوتے ماں کی پھر ویسی ہی کیفیت ہونے لگی۔ اس مرتبہ اس کی ماں شمیم خاتون کے منہ سے آواز بھی نہیں نکل رہی تھی۔ گویا کسی نے اس کا گلا پکڑ لیا ہو۔ وہ لمبی لمبی سانسیں لے رہی تھی۔ یہ منظر دیکھ کر سالم گھبرا گیا۔ اس نے فوراً پڑوسیوں کو بلا کر ماں کو سنبھالنے کو کہا، اور وہ ڈاکٹر کو لینے کے لیے وہاں سے رخصت ہو گیا۔ کڑاکے کی دھوپ اسے باہر نکلنے کی اجازت نہیں دے رہی تھی لیکن وہ اس کی پروا کیے بغیر وہاں سے نکل پڑا۔ قریب ہی ڈاکٹر اکمل کے رہائشی مکان سے متصل ان کی ڈسپینسری تھی۔ اس نے گھر پر پہنچ کر بیل بجائی مگر کوئی جواب نہیں ملا۔ ڈرتے ہوئے اس نے دوبارہ بیل بجائی۔ اس بار ایک ضعیف العمر شخص نے دروازہ کھولا۔ دروازہ کھلتے ہی وہ شخص کہنے لگا۔

"ڈاکٹر صاحب نہیں ہے"۔ سالم کا جملہ اس کے منہ میں ہی رہ گیا۔ وہ سوال بھی نہیں کر پایا کہ اسے جواب مل گیا۔ موصوف کی ضعیفی اور ترارے والی آواز سے اندازہ ہوتا تھا ڈاکٹر اکمل کے والد ہیں۔ سہمے ہوئے دھیمی آواز میں سالم نے کہا۔

"وہ کب آئیں گے" سالم کا سوال سنتے ہی بوڑھا شخص جھنجھلاتے ہوئے تیز آواز میں کہنے لگا۔

"نہیں ہیں کہا نا!.......... سمجھ نہیں آتی........ نہ جانے کدھر کدھر سے چلے آتے ہیں پریشان کرنے۔" بڑبڑاتے ہوئے اس شخص نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

وہ بے سروسامانی کی حالت اور کڑاکے کی دھوپ میں بیچ چوراہے پر کھڑا تھا۔ فکر مند تھا کہ کیا کرے اور کس طرح اپنی ماں کا علاج کروائے تاکہ وہ جلد از جلد ٹھیک ہو جائے۔ تبھی ایک شخص نے شفقت بھرے انداز میں اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''کیا ڈاکٹر صاحب نہیں ملے؟ ارے یار پریشان مت ہو، میرے بڑے بھائی بھی ڈاکٹر ہیں، میں ان سے سفارش کرتا ہوں، وہ بہت اچھے ڈاکٹر ہیں شاید میری بات مان جائیں گے، چلو بیٹھو گاڑی پر۔'' یہ کوئی اور نہیں اس کا دوست جنید تھا جو قریب ہی کے محلے میں سکونت کرتا تھا۔ سالم سے ملنے کے لیے اس کے گھر آیا تو اس کی والدہ کی طبیعت کے بارے میں اسے پتا چلا۔ جنید کے گھر میں اس کے بھائی ڈاکٹر منیر کا کلینک تھا۔ جنید سے ہمدردانہ جملے سن کا کر سالم نے ہمت باندھ لی تھی۔ کہتے ہیں اُمید میں بڑی طاقت ہوتی ہے۔ امید کا دامن پکڑے ہوئے انسان کو تنکا بھی جادوئی چھڑی نظر آتی ہے۔ بناوٹی انداز میں ہلکا سا مسکراتے ہوئے وہ جنید کی موٹر سائیکل پر بیٹھ گیا۔

جنید کے گھر پہنچے تو اس کا بڑا بھائی ڈاکٹر منیر اپنے آنگن میں اپنی گاڑی کی سروسنگ کر رہا تھا۔ بغیر کسی تمہید و تعارف کے سالم نے اپنی ماں کی کیفیت بتانی شروع کی۔ بات کرتے کرتے انجانے میں وہ ڈاکٹر منیر کے قریب پہنچ گیا۔ ڈاکٹر نے اسے جھڑکتے ہوئے چلاّ کر کہا۔

''سوشل ڈسٹینس کا پالن کیجیے...... تم کہاں ہو، سمجھتے ہے....... دور ہٹو........ تمھیں اندر کس نے داخل ہونے دیا۔ جنید نے ان کی بات کاٹتے ہوئے فوراً کہا۔

'' بھائی جان !......... ان کی امی کی طبیعت بہت سیریس ہے۔'' جنید کی بات ابھی مکمل بھی نہیں ہونے پائی تھی کہ ڈاکٹر منیر نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

''تمھیں پتا نہیں ہے کرونا وائرس ڈیسیز پھیل گئی ہے.... کتنا خطرناک مرض ہے یہ.......... پوری دنیا اس کے وائرس سے متاثر ہے، ذرا نیوز بھی دیکھا کرو، حکومت کی جانب سے کتنی احتیاطی تدابیر پیش کی جاری ہیں۔ لاک ڈاؤن پر عمل نہ کرنے والوں پر محکمۂ پولس سختیاں کر رہا ہے، اور تم ہو کہ تمھیں کچھ سمجھتے ہی نہیں، جاؤ یہاں سے اب دوبارہ مت آنا۔'' وہ مجسمہ بناو ہیں کھڑا رہا اور اس کی باتیں سنتا رہا جیسے ڈاکٹر منیر کسی اور کو بول رہا ہو۔ ڈاکٹر منیر نے اپنے بھائی جنید کو ڈانٹتے ہوئے لہجے میں تاکید کی۔

''خبردار اب گھر کے باہر نکلے تو تمہاری خیر نہیں۔ جاؤ پہلے گرم پانی سے غسل کرو اور اپنے کپڑے تبدیل کرو، اب جاؤ!........'' وہ حمام کی طرف اشارہ کر کے اپنے بھائی کو اپنے حکم کی تعمیل پر آمادہ کر رہا تھا۔

سالم روہانسا ہو کر ٹکٹکی باندھے ڈاکٹر منیر کو دیکھ رہا تھا۔ جیسے ہی ڈاکٹر منیر کی اور سالم کی نظریں ملیں ڈاکٹر نے ایک بار پھر چیختے ہوئے کہا۔

''تم گئے نہیں، کتنے بدتمیز آدمی ہو، اتنا سب سننے کے بعد بھی یہاں کھڑے ہو، دفع ہو جاؤ !......... اور اب کبھی مت آنا یہاں........ سمجھ گئے نا۔''

یہ سب سن کر سالم کی آنکھیں بھر گئیں تھیں۔ شاید اس کی ایسی تذلیل کبھی نہیں ہوئی تھی۔ وہ روتا دعائیں مانگتا ہوا اپنے گھر کی طرف دوڑا۔ اسے اپنی امی کی فکر تھی وہ سوچ رہا تھا کہ کوئی راستہ نکل آئے۔ جانتا تو تھا کہ لاک ڈاؤن اور کرونا وائرس کے ڈر سے کوئی ڈاکٹر اس کی مدد نہیں کرے گا۔ ڈاکٹرس کی لاپروائی اور بے توجہی کی وجہ سے محلے میں دو تین موتیں ہو چکی تھیں۔ وہ ڈر رہا تھا کہ اس کی ماں بھی اسے چھوڑ کر نہ چلی جائے۔ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ کاش اس وقت کوئی رکشہ اسے دستیاب ہو جائے جس کی مدد سے اس کی ماں کو وہ سرکاری اسپتال تشخیص کے لیے لے جاسکے۔ وہ اندر ہی اندر ڈر بھی رہا تھا کہ جو بھی مریض اسپتال لے جایا جا رہا ہے ان میں سے اکثر کی موت واقع ہو رہی ہے۔ سالم کے پاس دوسرا کوئی راستہ تھا بھی نہیں۔ یہی سب سوچ

وفکر کے عالم میں دوڑتے ہوئے وہ اپنے گھر پہنچ گیا۔اس کی سانسیں پھول رہی تھیں۔ وہ پوری طرح پسینے میں شرابور تھا۔ سالم گھر پہنچا ہی تھا کہ ایک پڑوسی خاتون نے اس کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ پھیرا اور دعائیں دینے لگی۔

"اللہ تجھے صبر دے، اور تیری ماں کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ بڑی ہی نیک اور پارسا عورت تھی" یہ باتیں سن کر اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں ہوا۔ سالم نے پلٹ کر اس عورت کو دیکھا اس کی آنکھوں میں آنسو تھے اور وہ بھرّائی ہوئی آواز میں اس سے مخاطب تھی۔ اس کی یہ باتیں سن کر سالم چونک پڑا۔ اس کی دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔ آنکھوں سے آنسوؤں کے دریا رواں ہونے ہی والے تھے کہ وہ دوڑتا ہوا اپنے گھر میں داخل ہوا۔ خاندان کے افراد اور پڑوسی عورتیں اس کی ماں کو گھیرے کھڑی تھیں۔ اسے یہ دیکھ کر بہت افسوس ہوا کہ اس کی جنت اس کی ماں اسے چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملی۔ اس کی انکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ اب تو اس کی دنیا ہی لٹ چکی تھی۔ سارے لوگ اسے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ اس کی آنکھوں سے بے بسی کے آنسوؤں کا دریا رواں تھا۔ وہ دھاڑے مار مار کر رونے لگا، اور وہ ایک ہی جملہ بار بار دہرا رہا تھا۔

"میں اپنے بچوں کو ڈاکٹر نہیں بناؤں گا۔ میں اپنے بچوں کو ڈاکٹر نہیں بناؤں گا۔"

■

**Tanveer Raza Barkaati**
Barkaat-e-Habib Manzil
House No. 58, Ward No. 31, Harirpura
Burhanpur- 450331(M.P)
Mob.: 9754242468

# مسیحا

**رئیس صدیقی**

رئیس صدیقی افسانہ نگار، ترجمہ نگار، صحافی اور ادیب ہیں۔ خاص طور پر بچوں کے لیے کہانیاں لکھتے ہیں اور ان کی کہانیوں کے کئی مجموعے شائع ہوچکے ہیں جن میں شیروں کی رانی، ننھا بہادر، باتونی لڑکی اور شیرازی کہانیاں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ انھوں نے اردو سیکھنے اور سکھانے کے لیے بھی کئی کتابیں لکھی ہیں۔ آل انڈیا ریڈیو اور دور درشن سے بہ حیثیت پروگرام آفیسر منسلک رہے ہیں۔ کئی ادبی اداروں کے ذریعے اعزازات سے نوازے جاچکے ہیں۔ ان کی کہانیوں کا مجموعہ 'باتونی لڑکی' پر انھیں ساہتیہ اکادمی قومی ایوارڈ 2018 سے نوازا جاچکا ہے۔

### ڈرامہ کے کردار

1 **رحمن:** عمر چالیس سے پینتالیس سال، اسکول ٹیچر، سنجیدہ، رحم دل، خدا ترس

2 **نجمہ:** رحمان کی بیوی، عمر تیس سے پینتیس سال، مزاج میں شوہر کے برعکس

3 **اجنبی:** عمر پندرہ سے اٹھارہ برس، مظلوم، شکّی، حالات کا مارا ہوا چور

4 **انسپکٹر خان:** علاقے کا پولیس انسپکٹر

رات ہو چلی ہے۔ دستر خوان بچھا ہوا ہے۔ نجمہ غصے میں بیٹھی اپنے شوہر کا انتظار کر رہی ہے۔ وہ بے زار سی نظر آرہی ہے کہ رحمن باہر سے آواز دیتے ہوئے گھر میں داخل ہوتا ہے۔

**رحمن:** نجمہ، تم کہاں ہو؟ ارے!۔ تم یہاں بیٹھی ہو! میں تمھیں اُدھر تلاش کر رہا تھا۔ تمہارا چہرہ کیوں سرخ ہو رہا ہے؟ خیریت تو ہے؟

**نجمہ:** پہلے کھانا کھالیجیے۔ پھر خیریت بتائیں گے!

**رحمن:** ہاں، خیال تو نیک ہے۔ تو آؤ پہلے کھانا کھالیں۔

(دونوں کھانا کھانے بیٹھ جاتے ہیں۔ کھانا کھاتے ہوئے)

**رحمن:** آج دال تو بہت ذائقے دار ہے۔ اچھا کھانا پکاتی ہو!

**نجمہ:** میں سب سمجھ رہی ہوں۔ لیکن آج میں آپ کی باتوں میں نہیں آنے کی۔ آپ ذرا کھانا کھالیں، پھر بات کروں گی۔

**رحمن:** تو آج میری بیگم صاحبہ مجھ سے ناراض ہیں۔ اچھا بتاؤ، کیا بات ہے؟ کھانا بھی کھاتے جائیں اور تمھارا غصہ بھی پیتے جائیں!

**نجمہ:** یہ روز روز آپ کچھ نہ کچھ بانٹتے رہتے ہیں۔ آپ کی تنخواہ بھی گھر آتے آتے آدھی رہ جاتی ہے۔ یہاں تک کہ شادی میں ملے تحفے بھی ختم ہوگئے۔ گھر میں کچھ بڑھنے کے بجائے، روز کچھ نہ کچھ کم ہوتا جا رہا ہے!

**رحمن:** کیا کروں نجمہ، اس دنیا میں اتنا دکھ ہے کہ...

**نجمہ:** جی ہاں۔ جیسے اس علاقے میں آپ ہی تو ایک نیک بندے ہیں۔

**رحمن:** ہیں تو بہت سے نیک بندے لیکن خدا سب کو توفیق نہیں دیتا۔

**نجمہ:** تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ سب کچھ خیرات کردیں گے۔

**رحمن:** تو کیا ہوا؟

**نجمہ:** جی ہاں۔ تو پھر کیا ہے، وہ چاندی کا طغرا بھی خیرات کر دیں۔ یہ بھی کسی کے کام آجائے گا۔

**رحمن:** نہیں۔ قطعی نہیں۔ یہ میری ماں کی آخری نشانی ہے۔ کسی حالت میں نہیں۔ لیکن نجمہ، اب تم بہت اچھی ہوتی

جا رہی ہو۔ تمھارے دل میں یہ نیک خیال آیا کیسے؟
لیکن نہیں۔ یہ مری ماں نے مرتے وقت مجھے آخری نشانی کے طور پر دیا تھا۔ اس پر اللہ اور رسول کا نام مبارک لکھا ہے۔ یہ ہمارے گھر کے لیے باعثِ برکت ہے۔ نہیں، قطعی نہیں۔ میں اسے ہمیشہ حفاظت سے رکھوں گا۔

(ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک نوجوان اجنبی ہاتھ میں چاقو لیے دروازہ پر کھڑا وارننگ دیتے ہوئے کہتا ہے۔)

**اجنبی:** خبردار۔ اگر کوئی چلایا یا اپنی جگہ سے ہلا تو یہ چاقو اس کے سینے کے پار ہوگا۔

**رحمن:** میرے دوست، ہم لوگ کیوں چلانے لگے۔ ہم لوگ تو کھانا کھا رہے ہیں۔ آؤ۔ نزدیک آؤ۔ ہم تمھارے لیے کیا کر سکتے ہیں؟

**اجنبی:** مجھے کھانا چاہیے۔ میں بھوکا ہوں۔ کئی دن سے بھوکا ہوں۔ جلدی کرو، جلدی، نہیں تو میں تم لوگوں کا خون پی جاؤں گا۔

**رحمن:** ہاں ہاں ضرور۔ ابھی دستر خوان لگا ہوا ہے۔ شریک ہو جاؤ۔ میں اسی لیے اپنے گھر کا دروازہ ہر وقت کھلا رکھتا ہوں۔

**نجمہ:** اے، تو مجھے اُلو کی طرح کیوں گھور رہا ہے؟

**رحمن:** او، میں نے تعارف تو کرایا ہی نہیں، اجنبی دوست۔ یہ میری بیگم ہیں۔ اوپر سے سخت لیکن دل سے، بہت نرم۔

**اجنبی:** ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ باتیں بنانے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں کھانا چاہیے۔ تم دونوں وہاں کھڑے ہو جاؤ اور مجھے کھانا کھانے دو اور ہاں، یہ دروازہ کیوں کھول رکھا ہے؟

**رحمن:** تاکہ کوئی بھی اندر آسکے، تمہاری طرح۔

**اجنبی:** اچھا، میں سمجھ گیا۔ چلو دروازہ بند کرو۔

**رحمن:** بہتر ہے۔ بند کیے دیتا ہوں لیکن زندگی میں پہلی بار!

**اجنبی:** دیکھو، کسی نے بھی چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو جان سے مار دوں گا۔ اے، کہاں چلیں؟۔ یہیں ہمارے سامنے بیٹھو اور مجھے کھانا کھانے دو۔

**رحمن:** ہاں ہاں، بسم اللہ کرو۔ یہ تمھارا ہی گھر ہے۔

**اجنبی:** ہاہا۔۔ ہاہا۔ (کھانا کھاتے ہوئے طنزیہ ہنسی ہنستا ہے)
میرا گھر؟ میرا گھر تو صرف جیل ہے۔ جھونپڑی ہے۔ گٹر اور نالے کا کنارہ ہے جہاں مچھر، کھٹمل، کیڑے مکوڑے، بدبو، بدبو ہی بدبو، سڑن ہی سڑن ہے۔ جہاں چاروں طرف بیماری اور بھوک سے کراہتی ہوئی اور بچوں کی بلکتی ہوئی آوازیں۔ بوڑھوں اور بیماروں کی سسکتی ہوئی آوازیں۔ آوازیں ہی آوازیں!

**رحمن:** اللہ تم پر رحم کرے۔

**اجنبی:** خدا صرف امیروں پر رحم کرتا ہے۔ وہ اس کو دیتا ہے جس کا پیٹ بھرا ہوتا ہے۔ وہ غریب کو صرف بھوک دیتا ہے بھوک!

**اجنبی:** اللہ نہیں، آدمی! یہ آدمی کی اپنی غلطی ہے، جو آدمی آدمی کو کھا رہا ہے۔ یہ سسٹم کی خرابی ہے۔ یہ نظامِ تقسیم کی خرابی ہے جو امیر کی امیری اور غریب کی غریبی بڑھا رہی ہے۔ لیکن مجھے تو ہمیشہ، غربت، حقارت، نفرت، ذلت، بے کاری اور بھوک ملتی رہی ہے۔ بھوک نے ہی مجھے چور اور قاتل بنا دیا۔

**نجمہ:** قاتل! خونی! یا اللہ، تو ہمیں اس مصیبت سے نجات دے۔

**رحمن:** تم خونی ہو! اچھا پہلے کھانا کھا لو، پھر بات کرنا۔

**اجنبی:** ہاں۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔ لیکن سنو، تم مجھ سے ڈر کیوں نہیں رہے ہو؟

**رحمن:** میں صرف اللہ سے ڈرتا ہوں۔ لیکن تمھیں دیکھ کر دکھ ضرور ہو رہا ہے۔

**اجنبی:** پہلے مجھے کھانا کھانے دو، باتیں بعد میں کرنا۔
مزہ آ گیا۔ تھا تو روکھا سوکھا لیکن اچھا تھا۔ پر یہ تو بتاؤ، تم ہو کون؟
میرا نام رحمٰن ہے۔ میں ایک اسکول ٹیچر ہوں۔ لیکن لوگ مجھے بھائی جان کہتے ہیں۔

**اجنبی:** تم میرے بارے میں جانتے ہو، میں کون ہوں؟
ہاں، تم ایک دکھی انسان ہو۔ اللہ تم پر رحم کرے۔ اب تم اُس کمرے میں آرام کر سکتے ہو۔

**اجنبی:** بہت چالاک بنتے ہو! میں آرام کروں کمرے میں؟ تاکہ تم پولس کو خبر کر دو!

**رحمن:** نہیں میرے دوست، تم مجھ پر بھروسہ کرو۔

**اجنبی:** لیکن میں تم پر کیوں بھروسہ کروں؟ تم میرے ساتھ اتنا اچھا سلوک کیوں کر رہے ہو؟ آج تک تو مجھے ایسا کوئی نہیں ملا!

**رحمن:** اس لیے کہ انسان کو نیک کام کرنے سے روحانی خوشی ملتی ہے۔ دل کو سکون ملتا ہے۔ اس لیے کہ میں تمھارے دکھ درد میں شریک ہونا چاہتا ہوں۔ تمھاری کہانی، درد بھری کہانی سننا چاہتا ہوں۔

**اجنبی:** واہ۔ میں تمھیں اپنی کہانی سناؤں اور تم پولس کو میری کہانی سناؤ!

**رحمن:** نہیں، تم مجھ پر یقین کرو۔ میں وعدے کا پکا ہوں۔ میں وعدہ خلاف نہیں ہوں۔

**اجنبی:** آدمی تو بھلے لگتے ہو۔ دیکھو میں تم پر بھروسہ کر رہا ہوں۔ دھوکہ نہ دینا۔ سنو!

میں ایک گاؤں کا رہنے والا ہوں۔ میں بچپن میں یتیم ہوگیا۔ میں پڑھنا چاہتا تھا لیکن پڑھ نہیں سکا کیونکہ روٹی چاہیے تھی۔ روٹی کے لیے کھیت میں مزدوری کرنی پڑی۔ مزدوری کرتا رہا اور اپنی چھوٹی سی دنیا میں جی رہا تھا کہ ایک دن مجھے پتا چلا کہ میری ماں کو کینسر کی بیماری ہے۔ اس کی طبیعت خراب رہتی تھی۔ ایک دن اس کی طبیعت بہت خراب ہوگئی۔ میں اس کو شہر لے جا کر اسپتال میں بھرتی کرانا چاہتا تھا۔ اس کے لیے پیسوں کی ضرورت تھی۔ میں دوڑ کر اپنے زمین دار مالک کے پاس پہنچا اور کچھ ادھار پیسے دینے کی فریاد کی۔ رویا۔ گڑگڑایا۔ ادھار کے بدلہ رات دن مزدوری کرنے اور سیوا کرنے کا بھروسہ دیا لیکن اس ظالم کا دل نہیں پسیجا۔ گاؤں میں کوئی ایسا نہیں تھا جو میری مدد کر سکے۔ سب غریب تھے اور میں خالی ہاتھ۔ جب گھر واپس آیا تو دیکھا کہ میری ماں مجھے اکیلا، بے سہارا چھوڑ کر اپنے خدا کے پاس چلی گئی۔ خدا کو مجھ پر ترس بھی نہیں آیا۔ اس طرح میری ماں بنا علاج کے تڑپ تڑپ کر مرگئی اور میں کچھ نہیں کر سکا۔ ماں کی موت کے بعد میں مشکل سے اپنے گاؤں میں رہ سکا۔ میں دوسرے لڑکوں کی طرح ممبئی چلا گیا۔

مجھے اسٹیشن پر بلا ٹکٹ سفر کرنے کے جرم میں پکڑ لیا گیا۔ ایک بھلے آدمی نے مجھے جیل جانے سے بچالیا۔ اس احسان کے بدلے، اس نے مجھ سے ہر وہ غیر قانونی کام کرائے جو عام طور پر ممبئی میں ہوتے ہیں۔ مجھ سے سنیما کے ٹکٹ بلیک میں بیچنے کا کام کروایا، پھر نشیلی چیزیں ادھر سے ادھر کرنے کا کام سونپا۔ میں نے جب کبھی بھی بھاگنے کوشش کی، میں پکڑا گیا اور جب میں اسی ماحول میں بڑا ہوا تو مجھے نشہ آور چیزیں اسمگلنگ کرنے کے کام میں لگا دیا۔ ایک دن میں اور میرا باس پکڑ لیے گئے۔ لیکن نوٹوں کی گڈی نے پولس کی پکڑ ڈھیلی کر دی، میری نہیں، میرے باس کی اور میں جیل میں سڑتا رہا۔

جب میں جیل سے رہا ہوا تو میں اپنے باس کے پاس گیا۔ میں ایک اچھے انسان کی طرح جینا چاہتا تھا لیکن اس نے میری مدد نہیں کی۔ اس نے پھر مجھے اپنے دھندے میں شامل کرنے کی کوشش کی۔ میں نے جب انکار کیا تو اس نے مجھے پھنسانے کے لیے سازش رچی۔ میں غصے میں بے قابو ہوگیا اور میں نے اس کے جسم میں چاقو گھونپ دیا۔ پتا نہیں زندہ ہے کہ مر گیا۔ میں مارے ڈر کے ایک شہر سے دوسرے شہر چھپتا چھپاتا مارا مارا پھرتا رہا۔ لیکن کہیں سکون نہیں ملا۔ جب میں اپنے گاؤں واپس آیا تو یہاں بھی مجھے پولس تلاش کر رہی تھی۔ میں وہاں سے بھی بھاگا۔ دَر دَر بھٹکنے کے بعد تمھارے گھر کا دروازہ کھلا ملا۔ بس یہی میری درد بھری کہانی ہے۔

**رحمن:** میرے دوست، تم نے زندگی میں بہت دکھ سہا۔ لیکن اللہ پر بھروسہ کرو۔ مایوس مت ہو۔ مایوسی گناہ ہے۔ اللہ سے امید رکھو۔

**اجنبی:** امید رکھتے رکھتے میری یہ حالت ہوگئی۔ میں کہیں کا نہ رہا!

**رحمن:** دوست، تم نے صرف امید رکھی، کوشش نہیں

کی۔صرف سوچنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اللہ تمھاری رہنمائی کرے۔تمھاری مدد کرے۔

**اجنبی:** میرے سامنے بار بار خدا کا نام مت لو۔ میں مذہب نہیں مانتا۔صرف انسان کو مانتا ہوں، انسان کو۔

**رحمٰن:** تو پھر تم انسان کیوں نہ بنے؟

**اجنبی:** ٹھیک کہتے ہو۔لیکن اگر سب کچھ خدا کے ہاتھ میں ہے تو پھر میری برائیاں بھی خدا کی دین ہیں۔

**رحمٰن:** اللہ بہت رحیم ہے۔وہ کسی کا برا نہیں چاہتا، برا نہیں کرتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پریشانیاں تمھاری تقدیر میں تھیں لیکن اس کا نتیجہ یہ نہیں تھا جو آج تم ہو۔یہ انسان کی اپنی سمجھ، مسلسل کوشش، جدوجہد، صبر اور اللہ پر یقین اور بھروسے پر منحصر ہے کہ وہ حالات کو اپنے مطابق کرلے یا مخالف! ہر آدمی برا نہیں ہوتا ہے۔اس دنیا میں اچھے لوگ بھی ہیں۔یہ اتفاق ہے کہ تمھیں برے لوگ زیادہ ملے لیکن امید پر یقین کیے بغیر آدمی زندہ نہیں رہ سکتا۔خیر، اب تم سو جاؤ۔باقی باتیں کل صبح کریں گے۔

**اجنبی:** یہاں کوئی آئے گا تو نہیں؟

نہیں،کوئی نہیں۔تم بےفکر ہوکر سوجاؤ۔ہم اس کمرے میں ہیں۔

**اجنبی:** (رحمٰن کے اپنے کمرے میں جانے کے بعد، اپنے آپ سے باتیں کرتے ہوئے) سوجاؤں، بےفکر ہوکر سو جاؤں تاکہ سوتے ہی پکڑا جاؤں۔

**رحمٰن:** (دوبارہ کمرے میں پانی لے کر آتا ہے)

ارے!تم ابھی بستر پر نہیں گئے؟۔اچھا،تم اس طغرا کو دیکھ رہے ہو۔یہ چاندی کا ہے۔میری ماں کی آخری نشانی۔اب تم سو جاؤ۔ رات کافی ہو چکی ہے۔ یہ لو پانی لایا ہوں۔شاید رات میں اس کی ضرورت پڑے۔اچھا،شب بخیر!

**اجنبی:** گیا۔ذرا میں ایک بار پھر دیکھوں یہ چاندی کا طغرا۔ ہوں۔ آئیڈیا! اگر یہ طغرا بیچ دوں تو کچھ پیسے مل جائیں گے۔لیکن یہ آدمی اچھا ہے۔یہ اس کی ماں کی آخری نشانی ہے۔اسے لے جانا ٹھیک نہیں ہے۔(خود سے)

ارے چھوڑ ان باتوں کو۔کیا پتا وہ بے وقوف بنا رہا ہو۔آج کل کون کس کے ساتھ نیکی کرتا ہے۔موقع اچھا ہے۔طغرا لے کر نکل لو۔کہیں ایسا نہ ہو کہ صبح ہوتے ہوتے جیل کی ہوا کھانی پڑے۔

(دروازہ کھولنے کی کوشش۔کھٹ۔دروازہ کھلنے کی آواز۔اجنبی چاندی کا طغرا لے کر باہر نکل جاتا ہے)

**نجمہ:** کون؟ کون ہے؟ دروازہ کس نے کھولا؟ ارے اٹھو۔دیکھو تو ذرا، کون ہے؟ آپ کو تو کوئی فکر ہی نہیں رہتی۔ میں خود جاکر دیکھتی ہوں۔ارے! وہ کہاں غائب ہوگیا! لگتا ہے بھاگ گیا۔کہیں یہاں سے کچھ لے تو نہیں گیا۔ارے ہمارا چاندی کا طغرا! طغرا کہاں ہے؟ ارے یہاں آیئے۔

**رحمٰن:** آتا ہوں، آتا ہوں۔کیا بات ہے؟ کیوں گھر سر پہ اُٹھا رکھا ہے!

**نجمہ:** گھر نہیں، چور۔وہ بدبخت، چاندی کا طغرا لے گیا! احسان فراموش۔جانور کہیں کا!

**رحمٰن:** جانور؟ کون جانور؟

**نجمہ:** ارے وہی، ایرا غیرا نتھو خیرا۔جس کو آپ نے اپنا بھائی بنا کر رکھا تھا۔دیکھو تو طوطہ چشم کو، جس تھالی میں کھایا، اُسی تھالی میں چھید کیا۔نالی کا کیڑا کہیں کا!

**رحمٰن:** نہیں، نہیں۔ایسا نہیں ہوسکتا۔تم جاکر ٹھیک سے دیکھو۔وہ اِدھر اُدھر ہی کہیں ہوگا۔

**نجمہ:** میں نے اچھی طرح دیکھ لیا ہے۔نہ وہ ہے، نہ چاندی کا طغرا۔جلدی سے پولس چوکی جاکر رپورٹ لکھواؤ۔ابھی وہ کہیں دور نہیں گیا ہوگا۔

اب سوچ کیا رہے ہو؟ اس کو پکڑوا کر جیل بھجواؤ۔

**رحمٰن:** نہیں نجمہ، وہ میری وجہ سے جیل نہیں جائے گا۔تم صبر کرو۔اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

**نجمہ:** نہیں، میں اس معاملہ میں خاموش نہیں رہوں گی۔میں خود جاتی ہوں۔

**رحمٰن:** نجمہ، خبردار آگے بڑھیں۔اس طغرا کی مجھ سے زیادہ ضرورت

اُس کو تھی۔ وہ صرف میرے لیے میری ماں کی آخری نشانی ہے۔ لیکن وہ اُس کے کام آئے گا۔ اللہ اُس کو صحیح راستہ دکھائے۔

(دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز)

**رحمن:** کون صاحب؟

**پولیس انسپکٹر:** میں پولیس انسپکٹر خان

**رحمن:** آیئے، تشریف لایئے۔ دروازہ کھلا ہے۔

**پولیس انسپکٹر:** (اندر آکر) آپ؟

**رحمن:** میں رحمٰن ہوں۔ اسکول ٹیچر ہوں۔

**پولیس انسپکٹر:** میں نے ایک چور پکڑا ہے۔ اِس کے پاس سے چاندی کی یہ چیز نکلی ہے۔ رام سنگھ اُسے اندر لاؤ۔ وہ کہتا ہے اسے آپ نے دیا ہے۔

**نجمہ:** ارے! یہ تو ہمارا چاندی کا طغرا ہے۔ ہاں ہاں انسپکٹر، یہ چور ہے، چور۔ اس نے ہمارے یہاں سے چرایا ہے، ذلیل، نمک حرام، اس کی آنکھوں میں سل نہیں ہے۔ خدا کی مار ہو اس بے شرم، بے غیرت پر!

**پولیس انسپکٹر:** مسٹر رحمان، آپ کیوں خاموش ہیں؟ آپ کچھ بتائیں۔

**نجمہ:** انسپکٹر صاحب، انھیں خاموش رہنے دیجیے۔ انھیں خاموش رہنے کی عادت ہے۔ میں آپ سے کہتی ہوں، یہ چور ہے۔ اسے جیل میں ڈال دو۔

**پولیس انسپکٹر:** رحمان صاحب، میں آپ کے منہ سے سننا چاہتا ہوں۔ آپ کی خاموشی کا مطلب ہے، میں نے اسے چور سہی سمجھا ہے۔

**رحمن:** نہیں، یہ چور نہیں ہے۔ یہ میرا دوست ہے۔ یہ میرا مہمان ہے۔ میں نے یہ چاندی کا طغرا اس کو تحفہ میں دیا ہے۔

**نجمہ:** نہیں، انسپکٹر یہ چور ہے۔ آپ ان کی باتوں میں نہ آئیں۔

**رحمن:** نہیں، یہ چور نہیں ہے۔ یہ ایک بھلا آدمی ہے۔ یہ میرا دوست ہے۔ آپ یقین کیجیے۔

**نجمہ:** تم اندر جاؤ۔ تمھاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ انسپکٹر صاحب آپ مجھ پر بھروسہ کریں، آپ میرے دوست پر شک نہ کریں۔

**پولیس انسپکٹر:** اگر آپ کہتے ہیں تو ٹھیک ہے۔ آپ شریف آدمی ہیں۔ علاقے میں آپ کی عزت ہے۔ آپ پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔

**رحمن:** شکریہ، انسپکٹر صاحب

(رحمٰن انسپکٹر کو دروازے تک جا کر وداع کرتے ہوئے شکریہ ادا کرتا ہے۔)

**اجنبی:** (روہانسہ ہوتے ہوئے) آپ نے مجھے جیل جانے سے بچالیا۔ آپ نے مجھے اپنا مہمان کہا۔ اپنا دوست کہا۔ آپ نے مجھے نئی زندگی دی۔ آپ کتنے اچھے ہیں اور میں کتنا برا آدمی ہوں!

**رحمن:** پیدائشی طور پر کوئی آدمی برا نہیں ہوتا۔ صرف اس کا عمل، اس کا کام برا ہوتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ کچھ لوگ جان بوجھ کر، اپنی آسانی کے لیے، اپنے آرام کے لیے بُرا کام کرتے ہیں اور کچھ لوگ برے وقت کا، برے حالات کا شکار ہوجاتے ہیں۔ جیسے تم۔

خیر، اب تم آرام کرو۔ کافی رات ہو چکی ہے۔ اگر کوئی ضرورت پیش آئے تو مجھے جگا دینا۔

(اپنے کمرے میں جاتے ہوئے۔)

**اجنبی:** اس بری دنیا میں جہاں چاروں طرف آپا دھاپی، خود غرضی، مطلب پرستی، حسد، جلن اور نفسا نفسی کا عالم ہے، اسی دنیا میں ایسے اچھے لوگ بھی ہیں! خدا ترس۔ رحم دل۔ مہربان۔ اللہ کے نیک بندے تم کتنے اچھے انسان ہو! تم آدمی نہیں فرشتہ ہو۔ مسیحا ہو۔ انسانیت کے مسیحا۔ میرے مسیحا!

■

**Rais Siddiqui**
Bungalow No2, Rahat Kada
14, Green Valley Enclave
Airport Road
Bhopal 462030 (MP)
Email.: rais.siddiqui.ibs@gmail.com
Mob.: 9810141528

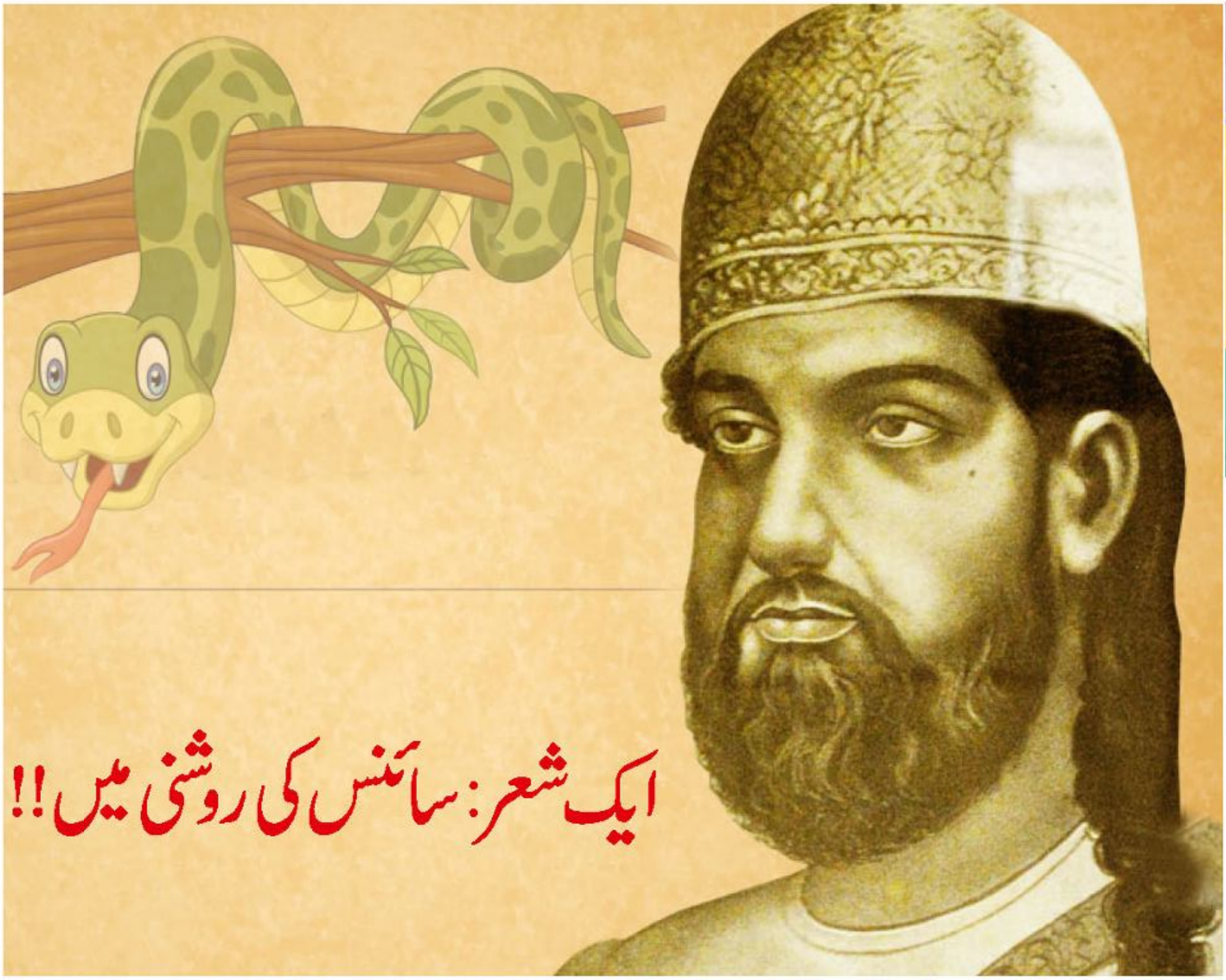

# ایک شعر: سائنس کی روشنی میں!!

**دنیا** کی ہر ترقی یافتہ زبان شعروشاعری سے مالا مال ہے۔ اسی طرح اردو زبان بھی شعر و شاعری سے لبریز ہے۔ اردو زبان کے شاعروں نے ہر صنف پر شاعری کی ہے اور اپنی شاعری کے ذریعہ اردو زبان کو ایک بلند اور نمایاں مقام عطا کیا ہے۔ اشعار جہاں بڑوں کی دلچسپی اور معلومات کے باعث ہوتے ہیں وہیں بچوں کی دلچسپی کا سامان بھی فراہم کر تے ہیں۔ نظمیں تو بچوں کی نفسیات میں داخل ہیں جنھیں وہ شوق سے پڑھتے ہیں، گنگناتے ہیں اور اپنی معلومات میں اضافہ کرتے ہیں۔ بعض اشعار تو بچوں کی تربیت میں معاون بھی ہوتے ہیں اور ان کے اندر اعلیٰ اخلاق بھی پیدا کرتے ہیں۔ آج اپنے مضمون میں ایک شعر کو سائنس کی روشنی میں دیکھنے کی جرأت کر رہا ہوں۔

خواجہ حیدر علی آتش کا ایک بہت مشہور شعر ہے۔

کام ہمت سے جوانمرد اگر لیتا ہے
سانپ کو مار کر گنجینۂ زر لیتا ہے

خواجہ حیدر علی آتش کا شمار بڑے شاعروں میں ہوتا ہے۔ آپ نے نہایت سادہ اور آزاد زندگی بسر کی ہے۔ مزاج میں وضعداری اور خودداری کے ساتھ انکساری اور خوش خلقی بھی تھی۔ آخر عمر میں آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ آتش کے کردار میں جو بانک پن اور گرمی تھی وہی ان کے کلام میں بھی ملتی ہے۔ ان کے کلام میں بول چال کی زبان کے ساتھ محاورات کا برمحل استعمال بھی ملتا ہے۔ ان کے کلام نے پسند اور قبول کی سند حاصل کی۔

آپ کے بہت سارے اشعار ضرب المثل ہو گئے ہیں۔ لہٰذا ان کا نام نہایت ہی عزت واحترام سے لیا جاتا ہے اور یقیناً لیا جانا بھی چاہیے۔

زیر نظر مضمون میں خواجہ حیدر علی آتش کا ایک شعر (جو اوپر نقل کیا گیا ہے) کی طرف توجہ مبذول کرانا مقصود ہے۔ غالباً موصوف نے ثابت قدمی کو جوانمردی کے معنوں میں استعمال کیا ہے اور ان کی معلومات میں شاید یہ من گھڑت کہانی سچ کا روپ دھار بیٹھی ہے کہ سانپ جب بوڑھا ہو جاتا ہے تو اس کے پھن یا کسی حصے میں 'من' جسے ہندی میں 'منی' کہتے ہیں، پیدا ہو جاتا ہے۔ اس میں بلا کی چمک ہوتی ہے۔ ایسا سانپ بڑا خطرناک ہوتا ہے مگر صاحبان ہمت اس خطرناک سانپ کو مار کر اس کی منی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے جو 'گنجینۂ زر' یعنی سونے کا خزانہ سے بھی زیادہ قیمت کی ہوتی ہے مگر یہ کامیابی اسی وقت ملتی ہے جب انسان ہمت اور ثابت قدمی سے کام لے۔ اکثر و بیشتر ایسی ہی تشریح بچوں کے سامنے کی جاتی ہے۔

اب آپ حقیقت کی طرف چلیے۔ آپ اچھی طرح اپنے علم میں یہ بات محفوظ کر لیجیے کہ دنیا میں کوئی بھی ایسا سانپ نہیں چاہے وہ بچہ ہو، جوان ہو یا بوڑھا جس کے اندر منی یا اس طرح کی اور بھی شے پائی جاتی ہو جس کو باہر کرنے پر چمک یا روشنی خارج ہوتی ہے اور اس کی قیمت سونے سے بھی زیادہ ہو۔ اس غلط فہمی کو سانپ کے ماہرین اپنی اپنی کتاب میں دور کر چکے ہیں کہ ایسی من گھڑت کہانی کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

مشہور مصنف اور ماہر سانپ Romulus Whitakar اپنی کتاب Common Indian Snakes-A Field Guide کے صفحہ 92 پر لکھتے ہیں:

The poor Irula tribal snake cather has a good answer to the legend of the jewel or light in the head of a snake. When asked about this belief an Irula will reply, if it were so, we would be rajas, not snake catcher.

"ہندوستان کے نہایت ہی غریب ایرولا قبیلے (جو سانپ پکڑنے کے لیے مشہور ہیں) سانپ کے سر میں پائے جانے والے ہیرے یا چمکدار شے کی من گھڑت کہانی کا بہت خوبصورت جواب دیتے ہیں۔ آپ کسی بھی ایرولے کے فرد سے ایسی کہانی کے سلسلے سے دریافت کریں تو جواب دے گا کہ اگر ایسا ہوتا تو ہم سب راجا یا مہاراجا ہوتے نہ کے سانپ پکڑنے والے۔"

لہٰذا یہ بات سراسر بے بنیاد اور غیر حقیقی ہے کہ کسی بھی سانپ میں کوئی ایسی قیمتی شے پائی جاتی ہے۔ اب رہی بات متذکرہ شعر کی تشریح کی۔ چونکہ میں نہ تو شاعر، نہ ہی نقاد کہ کچھ کہہ سکوں لیکن سائنس کا ایک ادنیٰ طالب علم کی حیثیت سے اتنا کہنے کی جرأت تو کر ہی سکتا ہوں کہ جب بچوں کے سامنے اس شعر کی تشریح کی جائے تو اس غلط فہمی کو دور کر دیا جائے کہ سانپ کے اندر گنجینہ زر کی طرح کوئی قیمتی شے پائی جاتی ہے ورنہ ہمارے بچے غلط سائنسی معلومات لے کر بڑھیں گے۔ ویسے بھی سانپوں کی گھٹتی ہوئی تعداد کے پیشِ نظر سانپ کو مارنا جرم ہے۔

■

**ماخذ:** اوراق سائنس، **مصنف:** عبدالودود انصاری، **سنہ اشاعت:** 2019، ناشر: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

# صدر جمہوریہ کا بہادری انعام

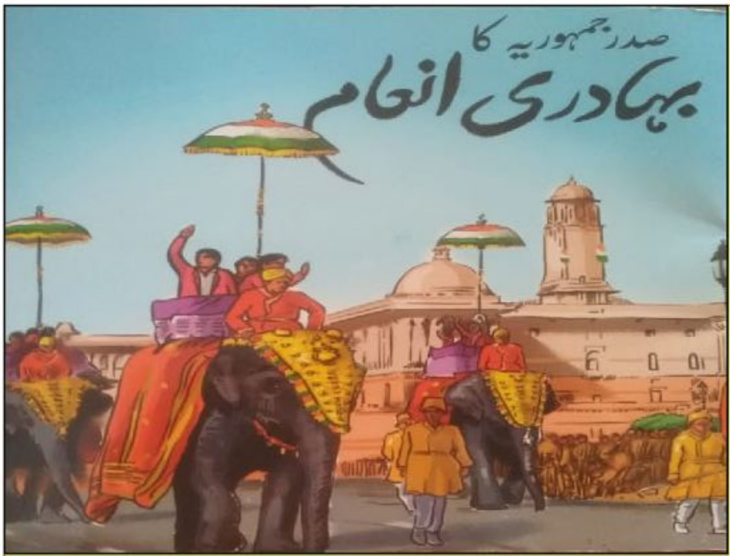

صدر جمہوریہ کا بہادری انعام، مصنف: ڈاکٹر پرویز شہریار، قیمت: 55 روپے، سنہ اشاعت: 2021، ناشر: نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا

**پیارے بچو!** آپ نے قومی بہادری ایوارڈ کے بارے میں تو سنا ہی ہوگا۔ یہ وہ انعام ہوتا ہے جو ملک کے جانباز اور بہادر بچوں کو دیا جاتا ہے۔ یہ انعام 26 جنوری یعنی یوم جمہوریہ کے موقعے پر وزیراعظم یا صدر جمہوریہ کے مبارک ہاتھوں سے دیا جاتا ہے۔ بہادری، ہمت اور جرأت کا ثبوت دینے والے بچے اس انعام سے سرفراز ہوتے ہیں۔ یہ بچے اپنی زندگی کو خطرے میں ڈال کر دوسروں کی جان بچاتے ہیں۔

بچو! بہادری ایک ایسی صفت ہے جس کے ذریعے انسان دنیا میں ترقی کرتا ہے اور عزت و کامرانی حاصل کرتا ہے۔ اگر آپ کے اندر بہادری ہوگی تو آپ ظالم کو ظلم کرنے سے روک سکتے ہیں، دنیا میں انصاف کر سکتے ہیں، اپنا حق دشمنوں سے لے سکتے ہیں اور انسانیت کی حفاظت کر سکتے ہیں۔

دراصل بہادری وہ بہترین صفت ہوتی ہے جس کی وجہ سے قوم و ملت کو زندگی حاصل ہوتی ہے۔ اگر بہادری کی یہ صفت قوم و ملت سے ختم ہو جائے، تو پھر دشمن اس پر غالب آ جاتا ہے اور ظالموں کا ظلم مزید بڑھ جاتا ہے۔

پیش نظر کہانی میں بھی ایک چھوٹے لڑکے کے ذریعہ ہمت و بہادری اور ملک و قوم کے لیے کچھ کر گزرنے کا پیغام دیا گیا ہے۔ اس کہانی کے تخلیق کار ڈاکٹر پرویز شہر یار کی مقبولیت بنیادی طور پر ایک فکشن نگار کی ہے۔ لیکن وہ ایک بہترین شاعر اور ترجمہ نگار بھی ہیں۔ وہ بچوں کے ادب میں بھی کافی دلچسپی رکھتے ہیں۔ پرویز شہریار نے بچوں کے لیے بہت سی کہانیاں تخلیق کی ہیں، جو متعدد رسائل و جرائد میں شائع ہو چکی ہیں اور ادب اطفال کے باب میں ایک گراں قدر اضافہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

حال ہی میں نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا جیسے معروف و معتبر اشاعتی ادارے نے ڈاکٹر پرویز شہریار کی کتاب شائع کی ہے جس کا عنوان ہے 'صدر جمہوریہ کا بہادری انعام' یہ اعیان کی بہادری، ہمت اور حوصلے پر مشتمل بہت ہی دلچسپ اور حیرت

انگیز کہانی ہے ۔اس کہانی کا مرکزی کردار ایک چھوٹا لڑکا اعیان ہے جو اپنی بہادری سے منشیات کی اسمگلنگ کرنے والے مجرموں کو پکڑوانے اور انسانیت کی حفاظت کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔جس کے لیے اعیان کو صدر جمہوریہ کے بہادری انعام سے سرفراز کیا جاتا ہے۔

یہ ایک بڑی ہی دلچسپ کہانی ہے جس کو مصنف نے سادہ و عام فہم زبان اور انداز بیان کے ذریعہ مزید خوبصورت بنا دیا ہے۔اس کا اسلوب اتنا دلکش ہے کہ بچوں کے ساتھ ساتھ بڑے بھی اسے اتنے ہی شوق سے پڑھتے ہیں۔اس کتاب سے چند اقتباس ملاحظہ کیجیے:

''میں نے دل میں سوچا۔یہ تو خیر ڈرگ پیڈل معلوم ہوتے ہیں۔کچھ بچے تو پولیس دیکھ کے بھی بھاگ کھڑے ہوتے ہیں لیکن اس وقت میں نے دل میں ارادہ کرلیا تھا کہ میں ڈرپوک نہیں ہوں۔''

''اچانک پولیس کی آمد سے وہ بوکھلا سے گئے اور اس سے پہلے کہ بدحواسی کے عالم میں وہ ادھر ادھر بھاگتے پولیس کے سپاہیوں نے آکر انھیں دھر دبوچا تھا۔''

''وہ دن ہے اور آج کا دن— میں اپنے اندر نمایاں تبدیلیاں محسوس کررہا ہوں۔انسان اگر چاہے تو کیا نہیں ہو سکتا۔ بس ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ہمت اور بہادری سے کام لیں۔''

ہلکے پھلکے انداز میں مصنف نے جس طرح کہانی میں معنوی تہہ داری پیدا کی ہے، اسے مذکورہ عبارتوں میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔اس کہانی کا ایک بہت ہی خوبصورت حصہ وہ ہے جب اعیان اسمگلروں کی تصویر اپنے موبائل فون میں کھینچ لیتا ہے اور وقت پر پولیس کو اطلاع کرتا ہے۔یہاں یہ لڑکا اپنی ذہانت کا ثبوت دیتا ہے۔جس سے پتہ چلتا ہے کہ اصل بہادری وہی ہے کہ دوسروں کی زندگی بچاتے وقت خود کی جان کی بھی حفاظت کی جائے۔ملاحظہ کیجیے یہ اقتباس:

''اس دوران میں نے اپنے موبائل فون پر چھپ چھپ کر کئی تصویریں کھینچ لی تھیں۔آخری تصویر لے رہا تھا کہ اچانک ان کی نگاہ مجھ پر پڑ گئی—

میں ان کے ارادے بھانپ چکا تھا وہ مجھ سے میرا موبائل فون چھیننا چاہتے تھے۔کیونکہ اس میں ان کے خلاف ثبوت موجود تھا۔''

یہ کہانی آٹھ سے بارہ سال کے بچوں کے لیے لکھی ہے۔اس کہانی کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ پرویز شہریار بچوں کی نفسیات سے اچھی واقفیت رکھتے ہیں۔وہ کہانیوں میں بچوں کی عمر اور ان کے مزاج کے مطابق زبان اور طرز تحریر کا انتخاب کرتے ہیں۔

باتصاویر کتابیں بچوں کو خاصا متوجہ کرتی ہیں۔شیراز حسین کی دلکش اور رنگین مصوری سے اس کتاب کی خوبصورتی دو چند ہوگئی ہے۔مختلف کرداروں کی حیرت انگیز تصویروں سے اس کتاب کو رنگارنگ بنایا گیا ہے جو قابل دید ہے۔پیش نظر کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ یہ ہندوستان کی 22 علاقائی زبانوں میں شائع ہوگی۔

■

**Azmatun Nisa**
C-162, Fourth Floor Thokar No.8
Shaheen Bagh, Jamia Nagar Okhla
New Delhi- 110025
Mob.: 9718665026

# محاورے

شیطان کی آنت ہونا : بہت لمبا ہونا

شیطان سر پر سوار ہونا : برے کام کی طرف مائل ہونا

شرم سے پانی پانی ہونا : بہت زیادہ شرمندہ ہونا

شگوفہ چھوڑنا : افواہ اڑانا

شامت آنا : غلطی سے مصیبت مول لے لینا

ششدر رہ جانا : حیرت زدہ رہ جانا

شانے سے شانہ چھلنا : بہت زیادہ بھیڑ ہونا

شیطان کی خالہ : شریر عورت

شُتر بے مہار : آوارہ مزاج

شہر خموشاں : قبرستان یا بہت سناٹا

شیر و شکر ہونا : گھل مل کر رہنا

شیخی بگھارنا : اپنی بڑائی بیان کرنا

شش و پنج میں پڑنا : فکر مند رہنا/متذبذب ہونا

سینے پہ سانپ لوٹنا : کسی کی خوشی دیکھ کر جلنا، حسد کرنا

سُولی پر نیند آنا : بہت زیادہ سست ہونا

سرخاب کا پَر لگنا : اِترانا

سورج کو چراغ دکھانا : کسی عقل مند کو نصیحت کرنا

سبز باغ دکھانا : دھوکہ دینا، لالچ دینا

سکتے میں پڑنا : حیرت زدہ رہ جانا

سانپ سونگھ جانا : خاموش ہو جانا

صبر کا پیمانہ لبریز ہو جانا : برداشت سے باہر ہو جانا

صاحب فراش ہونا : بیمار ہو کر بستر پہ پڑ جانا

صلواتیں سنانا : گالی دینا

صفائی ہاتھ مارنا : جلد بازی کرنا

طوطی بولنا : مشہور ہونا

طُومار باندھنا : مبالغہ آرائی سے کام لینا

قلم توڑ دینا : کسی موضوع پر بہت زیادہ اور عمدہ لکھنا

طشت از بام ہونا : راز فاش ہونا

عرش پر دماغ ہونا : مغرور ہونا

عرش سے فرش پر آنا : عروج سے زوال تک پہنچنا

عمر کا پیمانہ لبریز ہونا : مرنے کے قریب ہونا

عَش عَش کرنا : بہت تعریف کرنا

عید کا چاند ہونا : بہت دنوں بعد ملنا

عُنقا ہونا : کسی کا بہت دنوں تک نہ ملنا

غم غلط کرنا : دل بہلانا

غبار نکالنا : دل کی بھڑاس نکالنا

غنیمت سمجھنا : کسی چیز سے فائدہ اٹھانا
کسی حد تک کافی سمجھنا

قصہ پاک کرنا : کسی معاملے یا واقعے میں آخری فیصلہ کرنا

قصہ تمام ہونا : ختم ہونا

قینچی کی طرح زبان چلنا : بہت زیادہ گفتگو کرنا

قسمت کا دھنی ہونا : خوش نصیب ہونا

قافیہ تنگ کرنا : کسی کو پریشان کرنا

■

urdunotes.com

# معلومات عامہ

س: ہندوستان کے پہلے صدر جمہوریہ کون تھے؟

ج: ڈاکٹر راجندر پرساد

س: دی گیٹ وے آف انڈیا کہاں ہے؟

ج: ممبئی

س: تری پورہ کی راجدھانی کا نام کیا ہے؟

ج: اگرتلہ

س: ہندوستان کی سب سے چھوٹی ریاست کون سی ہے؟

ج: گوا

س: ہندوستان کا قومی پرندہ کون ہے؟

ج: مور

س: لوک ٹاک جھیل کہاں پر واقع ہے؟

ج: منی پور

س: علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے بانی کون تھے؟

ج: سر سید احمد خاں

س: اینی بیسنٹ نے کون سا اخبار جاری کیا تھا؟

ج: نیو انڈیا

س: گوتم بدھ کہاں پیدا ہوئے؟

ج: لمبنی

س: ریال کہاں کی کرنسی ہے؟

ج: سعودی عرب

س: پرنٹنگ پریس کس نے ایجاد کیا؟

ج: Johns Gittenburg

س: فیس بک کا بانی کون ہے؟

ج: Mark Zuckerberg

س: ہندوستان کا مرد آہن کس کو کہا جاتا ہے؟

ج: سردار ولبھ بھائی پٹیل

س: دھیان چند کس کھیل کے کھلاڑی تھے

ج: ہاکی

س: ہندوستان کے پہلے وزیر تعلیم کون تھے؟

ج: مولانا ابوالکلام آزاد

س: کرکٹ کا پہلا عالمی کپ ہندوستان نے کس سنہ میں جیتا تھا؟

ج: 1983

س: ہندوستان کا قومی کھیل کون سا ہے؟

ج: ہاکی

س: دریائے نیل کس ملک میں ہے؟

ج: مصر

س: برج خلیفہ کہاں ہے؟

ج: متحدہ عرب امارات کے مشہور شہر دبئی میں۔

س: دنیا میں سب سے زیادہ ریشم کہاں پیدا ہوتا ہے؟

ج: چین

س: انسان 24 گھنٹے میں کتنی بار سانس لیتا ہے؟

ج: تقریباً 21 ہزار

س: فروری کتنے سالوں کے بعد 29 دن کا ہوتا ہے؟

ج: 4 سال بعد

# معدے کی طاقت

حسین قریشی

صحت ہی زندگی ہے، یہ مہاتما گاندھی نے کہا تھا۔ کچھ اسی طرح کی بات اردو کے ایک شاعر نے بھی کہی ہے:

تنگ دستی اگر نہ ہو سالک     تندرستی ہزار نعمت ہے

صحت اور تندرستی زندگی کے لیے بہت لازمی ہیں۔ ذہنی صحت کے لیے جسمانی صحت کی ضرورت پڑتی ہے اسی لیے اگر شروع سے ہی صحت اور تندرستی کے تعلق سے لاپرواہی کے بجائے بیداری کا رویہ اختیار کیا جائے تو انسان بہت ساری بیماریوں سے بچ سکتا ہے۔ ہمارے عہد میں بچوں کی صحت ایک بڑا مسئلہ ہے، اس پر سنجیدگی سے توجہ دیے جانے کی ضرورت ہے۔ بچوں کی صحت کے تعلق سے 'بچوں کی دنیا' میں یہ کالم اس لیے شروع کیا گیا ہے تاکہ والدین کے ساتھ ساتھ بچے خود بھی اپنی صحت اور تندرستی کا خیال رکھ سکیں۔

**ماموں جان!**... مجھے بھوک لگی ہے۔ چلو نا... وہاں ہوٹل سے کچھ کھاتے ہیں۔ ارشد نے پیٹ پر ہاتھ رکھا اور ہوٹل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اشرف نے کہا ''ہم گھر پر جا ہی رہے ہیں۔ گھر پر کھانا اور یہ تربوز، انگور اور کیلے جو ہم نے خریدے ہیں۔ وہ سب کے ساتھ مل کر کھائیں گے۔ یہ بازار کی کھلی چیزیں کھانے سے ہماری مشین خراب ہوجاتی ہے۔ یہ چیزیں اچھی نہیں ہوتی ہیں۔ اس پر مکھیاں اور مچھر منڈلاتے رہتے ہیں۔ اس پر دھول مٹی اور گرد و غبار ہوتی ہے۔ ان چیزوں کی تیاری میں بہتر سامان کا استعمال نہیں ہوتا ہے۔ یہ چیزیں صاف ستھری نہیں ہوتی ہیں۔ ایسی چیزیں کھانے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ سمجھے...''

مگر!!... ماموں جان... ہماری کون سی مشین خراب ہوتی ہے؟ اور کیسے؟ یہ میں سمجھا نہیں... ''میں تمھیں سمجھاتا ہوں۔ تمھیں بھوک لگی ہے نا... اس لیے پہلے ہم تازہ، ٹھنڈا اور میٹھا گنے کا رس پی لیتے ہیں۔ خالی پیٹ... دماغ کی بتی نہیں جلتی!...'' اشرف نے سڑک کے کنارے پر لگی ایک رسونتی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اپنے بھانجے سے کہا

''ہاں!... ماموں جان... آپ سچ کہتے ہیں۔ پیٹ بھرا ہوا ہو

تو دماغ خوب چلتا ہے۔تبھی میں آپ کی مشین والی بات سمجھ پاؤں گا۔"

دوکان پر پہنچ کر اشرف نے دوکاندار سے کہا۔

"بھائی!!... دوگلاس ٹھنڈا رس دینا۔ راشد تم یہاں آؤ۔ دیکھو... یہ گنے سے رس بنانے والی مشین ہے۔اس کے منہ میں باریک گنا تیزی سے جاتا ہے اور تیزی سے پس جاتا ہے۔مشین آواز بھی کم کرتی ہے۔"اشرف نے راشد کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ پھر دوکاندار سے کہا کہ "بھائی وہ موٹا گنا مشین میں ڈالو..." دوکاندار نے گنا اٹھاتے ہوئے کہا یہ... ڈال دیا۔موٹا گنا...

اشرف نے کہا"راشد دیکھو مشین پر کیا اثر ہو رہا ہے۔"

راشد بولا"مشین پر زیادہ دباؤ پڑنے سے تیز آواز آرہی ہے اور رس آہستہ آہستہ نکل رہا ہے۔مگر ماموں جان اس سے ہمارا کیا تعلق ہے؟ راشد نے سوال پوچھا۔ اشرف نے راشد کو پاس بیٹھایا اور رس کا گلاس ہاتھ میں اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک اسی طرح ہمارے پیٹ کی مشین کام کرتی ہے۔اس مشین کے پرزوں کی طرح الگ الگ اجزا ہمارے جسم میں موجود ہیں۔جو اپنا اپنا کام بخوبی کرتے ہیں۔ان میں سے کوئی جز ٹھیک سے کام نہ کرے تو ہمیں تکلیف ہوتی ہے۔ پھر ہم ڈاکٹر صاحب کے پاس جاتے ہیں۔ڈاکٹر صاحب سب سے پہلے ہم سے کیا پوچھتے ہیں؟تم بتاؤ ذرا..."

راشد نے پیشانی پر انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا...

"مجھے یاد آیا... سب سے پہلے ڈاکٹر صاحب پوچھتے ہیں کہ تم نے کیا کھایا تھا؟" تم نے بالکل صحیح کہا۔"جب ہم منہ میں آلودہ یا خراب چیز ڈالتے ہیں۔تو ہمارا پیٹ اسے جلد ہضم نہیں کر پاتا ہے۔ نظام انہضام Digestive system کا عمل سب سے پہلے منہ سے شروع ہوتا ہے۔ ہم جو چیز منہ میں ڈالتے ہے۔اس کو دانتوں کے ذریعے چبایا جاتا ہے۔جس طرح اس مشین میں گنے کو بار بار ڈالا جا رہا ہے جس سے وہ باریک پس جائے اور پورا رس نکل جائے۔

سمجھے... اس مشین کے پرزے جس طرح گنے کو باریک پیستے ہیں۔ویسے ہی ہم غذا کو جتنا باریک چبائیں گے وہ اتنی جلد ہضم ہوجاتی ہے اور اس میں رطوبت زیادہ ملتی ہے۔ جو ہمارے جسم کے لیے مفید و کارآمد ہے۔ اس لیے کھانے کو آہستہ آہستہ خوب چبا چبا کر کھانا چاہیے۔ کیونکہ اس میں لعاب دہن کے غدود Salivary glands اور زبان کے ذریعے غذا کو مکمل طور پر گیلا کیا جاتا ہے۔ یہ غذا، غذائی نالی Oesophagus کے ذریعے معدہ Stomach میں منتقل ہوتی ہے۔ جہاں ہاضمی رس Digestive flued اس غذا میں شامل ہوتے ہیں۔معدہ ایک مخصوص ہاضمی رس کا اخراج کرتا ہے۔ جو تیزابی نوعیت کا ہوتا ہے۔جس کے زیر اثر غذا مکمل طور پر تیزابی ہوجاتی ہے۔ باریک پیسی ہوئی غذا چھوٹی آنت میں داخل ہوتی ہے۔ جہاں جگر Liver اور پتہ Gallbladder کے ذریعے مخصوص افرازی مادوں کا ملاپ ہوتا ہے۔جگر سے نکلنے والے افرازی مادے کو صفرہ Bile juice کہتے ہیں، جو اساسی نوعیت کا ہوتا ہے اور وہ تیزابی غذا میں مل کر غذا کو معتدل بناتا ہے۔ پتہ Pancreas کے ذریعے غذا میں موجود شکر کی مقدار کو مناسب طریقے سے قابو میں کیا جاتا ہے۔ چھوٹی آنت intestine Small کے اندرونی ابھار کے ذریعے یہ باریک پتلی غذا خون میں جذب ہوجاتی ہے۔ بالکل اس مشین کی طرح مرحلہ وار، سلسلہ وار کام انجام پاتا ہے۔جس میں یہ تمام اعضا اپنی اپنی ذمہ داری پوری کرتے ہیں۔

راشد... سمجھے ایسی ہوتی ہے... ہماری مشین... اس

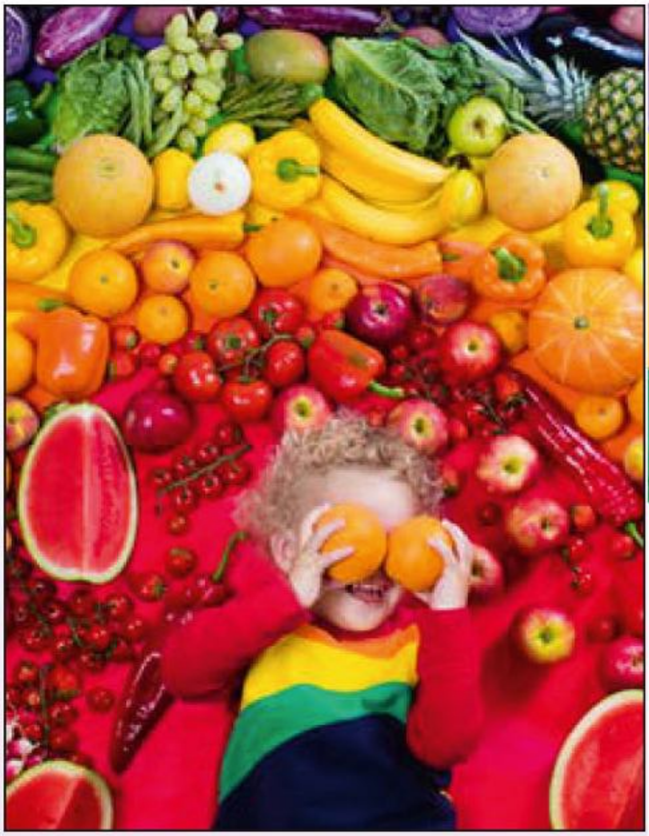

لیے اچھی چیزیں کھانا چاہیے۔ اس سے صحت وتندرستی بنتی ہے اور ہاں یہ چیزیں جلد ہضم ہوجاتی ہیں۔ ہمیں زیادہ توانائی اور قوت ملتی ہے۔ سخت چیزیں جلد ہضم نہیں ہوتی ہیں اور نرم، پتلی چیزیں فوراً جسم کو طاقت دیتی ہیں۔ جیسے ابھی ہم نے رس پیا اور بھوک غائب ہوگئی... اشرف نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ارے!!!... ہاں ماموں جان آپ نے بالکل صحیح کہا ''میری بھوک ختم ہوگئی ہے۔ مگر ماموں جان گنے سے رس نکلنے کے بعد جو کوٹہ مشین سے باہر نکل رہا ہے۔ کیا ایسا ہماری مشین میں بھی ہوتا ہے؟'' راشد نے چلتے چلتے کوٹے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے سوال پوچھا۔

''ہاں... راشد!!... ہم جو بھی چیزیں کھاتے ہیں۔ اس میں سے ہمارا جسم مفید وکارآمد اجزا جیسے پروٹین، کاربوہائیڈریٹ، حیاتین اور وٹامن وغیرہ کو جذب کرکے انھیں خون میں تبدیل کردیتا ہے اور اس کے علاوہ وہ غذا جو ہضم نہیں ہوئی اس موٹی

موٹی غذا میں سے بھی اہم چیزیں جیسے پانی وغیرہ جذب کیا جاتا ہے۔ باقی بچے مادے بڑی آنت میں پہنچ جاتے ہیں۔ اس بڑی آنت Large intestine میں موجود یہ غذا اب فاضل غذا کہلاتی ہے۔ جو جسم سے باہر خارج کی جاتی ہے۔ جسے عمل استخراج Excretion process کے ذریعے مقعد Anus سے خارج کیا جاتا ہے۔ جسے ہم اس کوٹے کی طرح ٹھوس، مائع اور گیس تینوں صورت میں جسم سے باہر خارج کردیتے ہیں۔''

''ٹھوس، مائع اور گیس!!!... کی شکل میں کیسے؟ میں سمجھا نہیں ماموں جان...'' راشد نے سوال پوچھا۔ دیکھو ہمارے جسم سے پسینہ نکلتا ہے۔ ہم پیشاب کرتے ہیں۔ یہ مائع کی صورت کا اخراج ہوا۔ اسی طرح ڈکار لینا اور ہوا خارج کرنے کا مطلب ہے گیس کی شکل میں بیکار چیزوں کو جسم سے باہر نکالنا۔ ہمارا پاخانے کے لیے جانا بھی غلیظ چیزوں کو ٹھوس مادے کی صورت میں باہر خارج کرنا ہی تو ہوتا ہے۔ اس لیے وقت پر ان چیزوں کو خارج کرنا چاہیے اسے روکے نہیں رکھنا چاہیے۔ اگر پیشاب، پاخانہ یا ڈکار وغیرہ کو روکا جائے تو مشین خراب ہوجاتی ہے اور ہمیں تکلیف ہوتی ہے۔''

راشد نے کہا ''میں اپنے جسم کی مشین کو اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ اب میں اچھی، تازہ اور خالص چیزیں کھایا کروں گا؟ اور ساتھ ہی اس کا اچھی طرح سے خیال بھی رکھوں گا...''

■

**Husain Qureishi**
Ward No.:7, Kharbari Road
K G N Masjid ke Pass
Muqam w Post: Talluqa Mootla
Distt.: Buldana - 443103 (Maharashtra)

# چمن چمن کے پھول

شاعری میں بڑی طاقت ہے۔اس سے تحریر وتقریر میں تاثیر پیدا ہوتی ہے،خطاب میں زوراور تحریر میں قوت پیدا کرنے کے لیے اشعار کا استعمال بہت کارگر ہوتا ہے۔ پرانے زمانے کے لوگوں کو استاد شعرا کے ہزاروں اشعار یاد ہوا کرتے تھے اور وہ موقعے کی مناسبت سے ان اشعار کا استعمال بھی کیا کرتے تھے۔

’چمن چمن کے پھول‘ میں مختلف رنگ اور شاعروں کے شعر اس لیے دیے جاتے ہیں تا کہ بچے موضوع کی مناسبت سے اچھے اشعار یاد کریں اور اپنی تحریر وتقریر میں اشعار کا موزوں اور برمحل استعمال کرسکیں۔(ادارہ)

رات دن گردش میں ہیں سات آسماں
ہورہے گا کچھ نہ کچھ، گھبرائیں کیا

غالب

زندگی کیا ہے، عناصر میں ظہورِ ترتیب
موت کیا ہے، انھی اجزا کا پریشاں ہونا

چکبست

سکوتِ شام مٹاؤ بہت اندھیرا ہے
سخن کی شمع جلاؤ بہت اندھیرا ہے

فراق گورکھپوری

زندگی کیا کسی مفلس کی قبا ہے جس میں
ہر گھڑی درد کے پیوند لگے جاتے ہیں

فیض احمد فیض

یوں تو مرنے کے لیے زہر سبھی پیتے ہیں
زندگی تیرے لیے زہر پیا ہے میں نے

خلیل الرحمٰن اعظمی

اب ملاقات میں وہ گرمیِ جذبات کہاں
اب تو رکھنے وہ محبت کا بھرم آتے ہیں

ساغر صدیقی

مت پوچھ کہ ہم ضبط کی کس راہ سے گزرے
یہ دیکھ کہ تجھ پر کوئی الزام نہ آیا

مصطفیٰ زیدی

مر بھی جاؤں تو کہاں لوگ بھلا ہی دیں گے
لفظ میرے، مرے ہونے کی گواہی دیں گے

پروین شاکر

اب تو لے دے کے وہی شخص بچا ہے مجھ میں
مجھ کو مجھ سے جو جدا کر کے چھپا ہے مجھ میں

کرشن بہاری نور لکھنوی

ایک دور یہ تھا وقت کو ہم کاٹ رہے تھے
اک حشر یہ ہے، وقت ہمیں کاٹ رہا ہے

ڈاکٹر خیال امروہوی

ہاتھ الجھے ہوئے ریشم میں پھنسا بیٹھے ہیں
اب بتا! کون سے دھاگے کو جدا کس سے کریں

ایوب خاور

کہانی لکھتے ہوئے داستاں سناتے ہوئے
وہ سوگیا ہے مجھے خواب سے جگاتے ہوئے

کلیم کوثر

قندیل خاں

# چوہیا کی شادی

**ایک** بہت بڑا برگد کا پیڑ تھا، اس پر طرح طرح کے پرندے اپنا گھونسلہ بنا کر رہتے تھے۔ برگد کے نیچے چوہوں کی بہت ساری بلیں تھیں۔ برگد کی کوتل میں گلہری کے گھونسلے تھے۔ پرندوں اور گلہریوں کے گرے ہوئے کھانے چوہوں کے لیے کسی نعمت سے کم نہ تھے۔

ایک روز کی بات ہے ایک چوہیا اپنے دروازے پر بیٹھی سسک سسک کر رو رہی تھی۔ادھر سے ایک چوہے کا گزر ہوا۔ چوہے نے پوچھا: دھنو! بیٹی کیوں رو رہی ہو؟ اسی طرح چوہیا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ چوہے انکل نے اس کو تسلی دی۔ دھنو! بیٹی مت روؤ، بتاؤ تو کیا بات ہے۔تب چوہیا نے رو رو کر بات بتائی کہ انکل! میری شادی ہونے والی ہے۔ میرے ممی، پاپا میری شادی کی تیاری میں لگے ہیں۔ میری شادی کا جوڑا وہ میرے حوالے کر کے دوسرا سامان لینے چلے گئے اور مجھ سے کہا کہ یہ جوڑا تم پریس کر کے اپنے کمرے میں رکھ دو شادی کے دن اسی میں رخصتی ہوگی۔ انکل! کیا بتاؤں۔ میرا شادی کا جوڑا پریس کرتے ہوئے مجھ سے جل گیا۔ اب میں اپنی شادی میں کیا پہنوں گی؟

چوہیا اپنی دکھ بھری داستان سنا کر بلک بلک کر رونے لگی۔ چوہے انکل کا دل بڑا نرم تھا۔ان کی آنکھوں میں بھی آنسو آگئے۔ انھوں نے چوہیا کو سمجھایا کہ دھنو بیٹی روؤ مت چپ ہو جاؤ۔ تمھاری شادی کا جوڑا میں تمھیں دے دوں گا۔ جاؤ اپنے گھر میں منھ دھل کر کھانا کھالو اور آرام سے رہو۔ چوہیا کی سمجھ میں بات آگئی اور وہ فوراً اپنے بل میں گھس گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کے ممی پاپا شادی کا بہت سارا سامان لے کر آگئے۔ چوہیا دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔

دوسرے دن پڑوسی چوہے نے ایک خوبصورت سا جوڑا لاکر دروازے پر آواز دی۔ دھنو! بیٹی یہ لو تمھاری شادی کا جوڑا ہے۔ چوہیا دوڑی ہوئی آئی اور جوڑا دیکھ کر اچھل پڑی۔ چوہیا نے شادی کا جوڑا لے کر، چوہے انکل کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ انکل! آپ میری شادی میں ضرور آیئے گا۔

اور ہاں، آنٹی کو لانا نہ بھولیے گا۔شادی کے دن گھر میں بڑی چہل پہل تھی۔ اس کے سارے چوہے رشتے دار اپنی اپنی فیملی کے ساتھ رنگ برنگے کپڑے پہن کر آئے تھے۔ چوہیا کی سہیلیاں اس کے کمرے میں اس کا میک اَپ کر رہی تھیں۔ چوہیا جب دلھن بن کر آئی تو بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ شادی کا جوڑا اس کے جسم پر بہت اچھا لگ رہا تھا۔ چوہے انکل کی بیوی چوہی آنٹی نے جب دلہن کو دیکھا تو اس کو اپنی شادی اور شادی کا سوٹ یاد آگیا۔ اس نے اپنے شوہر سے کہا کہ دیکھو! میری شادی میں بھی ایسا ہی سوٹ بنا تھا۔ اس پر چوہے نے کہا کہ ارے یہ سوٹ وہی ہے۔ میں نے دھنو کی شادی میں دے دیا ہے کیونکہ اس کی شادی کا سوٹ لاپرواہی سے جل گیا تھا۔ یہ بہت اداس تھی۔اس پر چوہے کی بیوی بہت خوش ہوئی کہ چلو۔ بہت اچھا ہوا۔اس کے جسم پر بہت اچھا لگ رہا ہے۔

پھر تو چوہے انکل اور چوہی آنٹی نے ایک ٹیم تیار کی اور امیر چوہوں کے گھر کے فاضل پڑے سامان کو جمع کرتے اور ضرورت مندوں میں بانٹتے تاکہ سماج کے دوسرے لوگ بھی آرام سے زندگی گزار سکیں۔

■

**Qindeel Khan**
Gulmarg Apts, Abul Fazal Enclave
New Delhi - 110025

# قلمکاروں سے چند باتیں

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' ایک مقبول رسالہ ہے، جس میں بچوں کے ذہن اور نفسیات کو نظر میں رکھتے ہوئے معلوماتی مضامین، دلچسپ کہانیاں، پیاری پیاری نظمیں اور دیگر مفید تحریریں شائع کی جاتی ہیں۔ اس رسالے میں کوشش کی جاتی ہے کہ پورے ہندوستان کی نمائندگی ہو مگر بسیار کوشش کے باوجود بہت سے علاقوں کی متناسب نمائندگی نہیں ہو پاتی ہے۔ ایسے علاقوں کے ادیبوں کی جستجو ہماری ترجیحی فہرست میں شامل ہے۔

- رسالے میں بچوں کے ادیبوں کے تعارف اور تصویر کا سلسلہ بھی شروع کیا گیا ہے تاکہ بچوں کے ادیبوں کی ڈائرکٹری ترتیب دینے والوں کو مدد مل سکے۔
- معلومات عامہ، صحت، زبان شناسی، تاریخ، تہذیب، سائنس و ٹیکنالوجی، جغرافیہ، آثار قدیمہ اور اہم شخصیات سے متعلق تخلیقات ترجیحی طور پر شائع کی جائیں گی۔
- 'مستقبل کے قلمکار' عنوان کے تحت بچوں کی تحریروں کو خاص طور پر شائع کیا جائے گا۔
- بچوں کے ادیبوں کے انٹرویوز اور رسائل کے مدیران پر ایک سیریز شروع کی جائے گی۔

**قلمکاروں سے گذارش ہے کہ بچوں کی دنیا کے لیے تحریریں بھیجتے وقت درج ذیل امور کا خاص خیال رکھیں:**

- بچوں کے لیے صرف وہی تخلیق ارسال کریں جس سے ان کی معلومات اور آگہی میں اضافہ ہو، خاص طور پر وہ تحریریں جو بچوں میں مطالعے کی تحریک اور ترغیب پیدا کریں۔
- تخلیق کی زبان آسان ہو، مشکل الفاظ سے گریز کریں تو بہتر ہوگا۔
- تخلیق غیر مطبوعہ ہو۔ کسی اخبار/ مجلّے میں ارسال نہ کی گئی ہو۔
- مضمون ان پیج پروگرام میں ہو اور 1200 (بارہ سو) الفاظ سے کم اور 2000 الفاظ سے زیادہ نہ ہو۔
- مضمون کے ساتھ اپنا تعارف مع تصویر ارسال فرمائیں۔ تعارف میں بچوں کے لیے لکھی گئی کتابوں اور مضامین کا اندراج ضرور فرمائیں۔
- مضمون میں اعداد و شمار رومن میں لکھیں۔
- مضمون ادارے کے مزاج، معیار اور پالیسی کے منافی نہ ہو۔
- تخلیق کی اشاعت کے درمیان کم سے کم تین (3) ماہ کا فاصلہ لازمی ہے۔ اس سے کم مدت میں تخلیق کی اشاعت کے لیے اصرار نہ فرمائیں۔
- کسی دوسری زبان کا ترجمہ اصل متن کے ساتھ ارسال کریں اور مصنف کا اجازت نامہ بھی منسلک کریں۔
- مضمون میں پہلے یا آخری صفحے پر مضمون نگار کا نام، مکمل پتہ مع پن کوڈ (انگلش میں) اور موبائل نمبر ضروری ہے۔

مضمون کی حتمی منظوری ایڈیٹوریل ریویو کے بعد ہی دی جائے گی۔

قلمکار حضرات اخلاقی ضوابط Ethical guidelines کا پورا خیال رکھیں۔

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' کو زیادہ مفید مطلب بنانے کے لیے آپ سب کے مشوروں اور تعاون کی ضرورت ہے۔

—ادارہ

National Council for Promotion of Urdu Language

محمد حمزہ، درجہ پنجم، دی اسکالر اسکول، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی۔25

زینب عالیہ بنت مصباح انظر، درجہ پنجم
کے وی گچی باؤلی، حیدر آباد، تلنگانہ

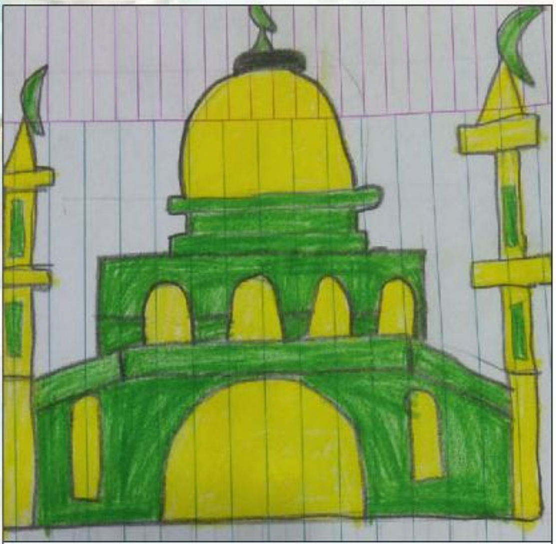

محمد معاویہ، درجہ چہارم (بی)، ایم ایس کریٹیو، اولڈ دہلی۔6

سعادیہ محمد جاوید، درجہ چہارم، مالیرکوٹلہ، پنجاب

ادینا تقدلیس، جامعہ للبنات مومن پورہ، جنے نور ضلع عادل آباد، تلنگانہ

اعیان ذہیب، درجہ دوم، الحرا انٹرنیشنل اسکول، شاہین باغ، نئی دہلی

# ایک کلک پر ادب اطفال کا بیش بہا خزانہ

پیارے بچو! آپ کے ذوق کی کتابیں اگر نہیں مل پارہی ہیں تو مایوس نہ ہوں۔ قومی اردو کونسل کے موبائل ایپ (ekitaab) اور ویب سائٹ (https://www.urducouncil.nic.in/) پر آپ کے لیے بہت سی مفید کتابیں موجود ہیں۔ اسے آپ ڈاؤن لوڈ کر کے پڑھ سکتے ہیں۔

बच्चों की दुनिया मासिक, जून 2021, वर्ष 9, अंक 6
BACHON KI DUNIYA Monthly, June 2021 Vol. 09, Issue: 06
National Council for Promotion of Urdu Language
Ministry of Education, Department of Higher Education, Government of India

RNI NO. DELURD/2013/50375
DL(S) - 01/3439/2019-21
ISSN 2350-1286
Date of Publication : 11/05/2021
Date of Dispatch: 12 and 13 of advance Month
Total Pages: 64

سوچھ بھارت

ایک قدم صفائی کی جانب

## بچوں کے لیے قومی اردو کونسل کی چند دلچسپ کتابیں


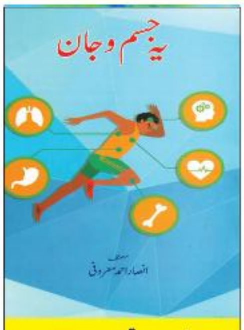

صفحات:51، قیمت:28 روپے

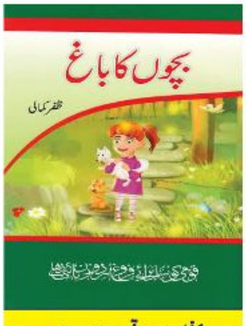

صفحات:64، قیمت:24 روپے

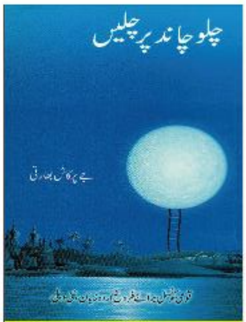

صفحات:48، قیمت:16 روپے

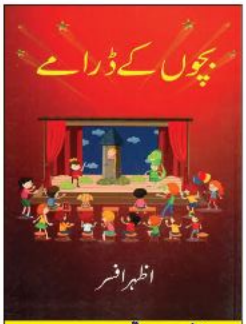

صفحات:124، قیمت:30 روپے

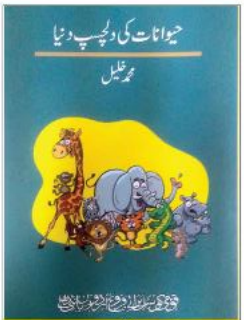

صفحات:83، قیمت:24 روپے

صفحات:61، قیمت:20 روپے

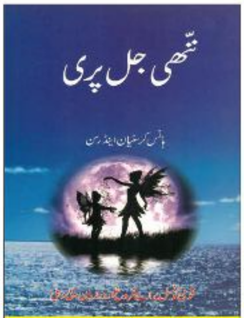

صفحات:33، قیمت:16 روپے

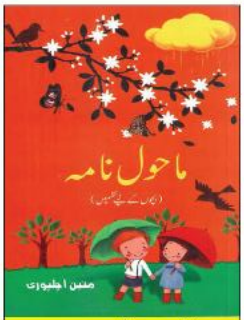

صفحات:82، قیمت:35 روپے

خریداری کے لیے رابطہ کریں:

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی-110066

فون:011-26109746، فیکس:011-26108159، E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com, sales@ncpul.in


Printed and Published by Dr. Aquil Ahmad, Director NCPUL, on behalf of National Council for Promotion of Urdu Language, and printed at S. Narayan and sons, B-88 Okhla Indl. Area Phase II, New Delhi - 110020
And Published at Farogh-E-Urdu Bhawan, FC-33/9, Institutional Area, Jasola, New Delhi -110025.
LPC DELHI,DELHI PSO,DELHI RMS,DELHI-6